ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

اکتوبر 2008ء ، شوال المکرم 1429ھ

نعت رسول مقبول ﷺ

تری نگاہ سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے
گدائے بے سر و ساماں جہاں پناہ بنے

رہ مدینہ میں قدسی بھی ہیں جبیں فرما
یہ آرزو ہے مری جاں بھی خاکِ راہ بنے

زمانہ وجد کناں اب بھی ان کے طواف میں ہے
جو کوہ و دشت کبھی تیری جلوہ گاہ بنے

حضور ﷺ ہی کے کرم نے مجھے تسلی دی
حضور ﷺ ہی مرے غم میں میری پناہ بنے

ترا غریب بھی شایان یک نوازش ہو
ترا فقیر بھی اک روز کجکلاہ بنے

جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

کریم ﷺ یہ بھی تری شانِ دل نوازی ہے
کہ ہجر میں مرے جذبات اشک و آہ بنے

وہ حُسن دے ، جو تری طلعتوں کا مظہر ہو
وہ نور دے ، جو فروغِ دل و نگاہ بنے

حافظ مظہر الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دردِ دل لکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں

کاروانِ اسلاف و اصحاب میں علم اور فکر کے حوالے سے جو مقام حضرت علی ؓ کو حاصل ہے وہ انہی کا ہے۔ آپ کی باتوں میں طاؤس کی خوش خرامیاں اور روندے ہوئے کیڑوں مکوڑوں تک کا ذکر مقصد کلام کو قوت دیتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے جملوں میں کائنات کی وسعتیں سمو دیتے ہیں ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''پریشانیوں میں ناامید ہونا اور مضطرب ہو کر بیٹھ جانا مزید پریشانیاں پیدا کرتا ہے''

پاکستان جن حالات سے دوچار ہے خودکش حملے، دہشت گردی، معاشی بحران، لوڈشیڈنگ، سب سے بڑھ کر قیادت کا فقدان اور قومی سطح پر ناامیدی کی مذموم فضا ہر روگ اور ہر زخم ارضِ وطن کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ سوات کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں اب کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ کراچی کے ہنگاموں نے روئی کے لیے سفر کرنے والے غریبوں کی جہتیں بدل دی ہیں۔ کشمیر کی طرف سے آنے والے زلزلوں کی لہر نے لوگوں کی سوچ بدلی ہے۔ اب وہ سوچتے ہیں کاش! گھر، روئی اور کپڑے کے بنے ہوتے، جہاں چاہتے اٹھا کر لے جاتے۔ پاکستان کی مدد کے نام پر اس کی طرف آنے والے کتے خور اور بلیاں ہڑپ کر جانے والے امریکہ کی دوش پر بیٹھ کر پرانے زخموں کا انتقام لے رہے ہیں۔ کراچی سے سومیل کے فاصلے پر جوہری اسلحہ سے لیس بحری بیڑا تیار کھڑا ہے۔ بھارت حرام کاروں کے پرانے قافلوں کی تیاری میں مساعدت کر رہا ہے، ممکن ہے چین کی دلچسپیاں بھی کوئی عملی صورت اختیار کر چکی ہوں۔ حرب و ضرب سے تباہیاں پھیلانے والے مجاہدین ہوں یا تخریب کار سب بے چہرہ ہیں، لگتا ہے اسامہ کی تلاش ایک کہانی ہے، پاکستان کا شکار کرنے والے سب کھلاڑی اپنے اپنے انداز میں مکروہ سرگرمیوں میں مبتلا ہیں اور ان سب کا ہدف عراق کی طرح پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانا ہے۔

امریکہ کی غلامی تو شاید پاکستان کی تخلیق سے کچھ وقت بعد ہی وطن کے گلے کا ہار بن گئی، عسکری سیاسی قیادتوں نے اسے خوب پروان چڑھایا خصوصاً جنرل ضیاء الحق مرحوم نے تو حد ہی کر دی۔

آج جب ہر پریشانی کے پیٹ سے پریشانی جنم لے رہی ہے ہمارے خفیہ والے جو پچھلے طویل عرصہ سے پاکستان میں حقیقی قیادتوں کے ووٹ لوٹ کر مصنوعی قائدین کے ووٹ باکس بھر رہے ہیں، اب خود پریشان ہیں کہ سفینۂ وطن کو کس طرح محفوظ منزل نصیب ہو۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم ایک تیرہ کار جرنیل تھے، وہ جس سیاسی قیادت کا لٹریچر پڑھ پڑھ کر پروان چڑھے تھے اُس نے قائداعظم کی مخالفت کی تھی۔ پاکستان کا بننا جرم سمجھا تھا۔ مذہبی لحاظ سے وہ لوگ خانقاہ دشمن تھے، وہ سمجھتے تھے کہ صوفیاء کا قافلہ اسلام کا حقیقی خدمت گار رہے، انگریز کے ہاتھ میں نشوونما پانے والے نخل اسلام کی آبیاری کب پسند کر سکتے تھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں حجاز مقدس کو جن لوگوں نے پامال کیا وہ بھی بے چہرہ تھے اور پاکستان میں ''نجدی سٹیٹ'' کی تخلیق چاہنے والا جرنیل بھی بے چہرہ یا ذو چہرہ ہو کر آگے بڑھتا رہا اور ایک دن آ گیا کہ وطن، فوج سب کچھ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ امریکہ سے پہلی وفاداری روس کے خلاف پاکستان کو استعمال کرنے کی صورت میں ظاہر ہوئی اور پاکستان نے بے مقصد جنگ کو اپنے کھاتے میں ڈال دیا۔ جنرل ضیاء الحق بے سمجھ نہیں تھے دراصل وہ چاہتے تھے کہ افغانستان اور پاکستان دونوں میں سعودی طرز کا اسلام نافذ ہو جائے۔ امریکہ کی غلامی بھی چلتی رہے اور لوگوں کے ہاتھ بھی کٹتے رہیں۔ حاشا و کلا ہم اسلام کے نظام کو برا نہیں سمجھتے، ہاں ضیاء الحق جو اسلام نافذ کرنا چاہتے تھے وہ اسلام نہیں تھا۔ انہوں نے غریب پاکستانیوں کو ٹکٹکی پر چڑھایا، تازیانے مارے، بے گناہوں کو فوجی عدالتوں سے قتل کی سزائیں سنوائیں اور حالات ایسے بنے کہ کئی بھٹوؤں کی گردن پر کئی تار مسیح جا چڑھے۔

دوسری طرف ضیاء الحق نے محسوس کیا کہ کراچی اور حیدرآباد جمعیت علمائے پاکستان کا گڑھ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو صوفیاء کے نقیب ہیں اور انہی کی صفوں میں فضل حق خیرآبادی ایسے لوگوں نے انگریز کے خلاف جہاد کے فتوے دیئے تھے، یہ مظلوم اور بے چارے لوگ انگریز کو بھی سازگار نہیں تھے اور فطری بات ہے ضیاء الحق مرحوم بھی انہیں اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ محترم جرنیل کی کوشش سے ایم کیو ایم نے صوفیاء کی نقیب جماعت کو دیوار سے لگا دیا۔ اسی زمانے میں مذہبی فرقوں کے اندر عسکری ونگ قائم کیے گئے اور انہیں خفیہ والوں نے باقاعدہ نوازا۔ جماعت اہلسنّت چیختی رہی، مذہبی فرقوں کے نام پر جہاد لانچ نہ کیا جائے۔ ضیاء الحق نے جو زکوٰۃ کی رقم بنکوں سے بٹوری، اُس کا رخ ایک خاص قسم کے مذہبی نظریات رکھنے والے لوگوں کے مدارس کی طرف پھیر دیا، اصل ہدف یہ نہ تھا بلکہ خواہش تھی کہ جو کام ضیاء الحق نہ کر سکے وہ ان کے مذہبی وارث کر دیں ان سب باتوں کا خلاصہ یہ کہ ضیاء الحق مرحوم کی تین خواہشات تھیں:

- ارض وطن میں صوفیاء کے ماننے والے کمزور ہوں انہیں سیاسی لحاظ سے بکھیر دیا جائے۔
- افغانستان اور قبائل میں نجدی طرز کی حکومت قائم ہو جائے اس راہ میں پاکستان کام آتا ہے تو اس کڑوی گولی کو بھی ہضم کر لیا جائے۔
- امریکہ کی تمام تر خواہشات کا احترام کیا جائے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے ارض پاک میں تمام جمہوری اداروں کو تباہ و برباد کیا۔ جہاد کے نام پر امریکہ کے حق میں روس کے خلاف بے مقصد جنگ لڑی۔

زکوٰۃ کے اربوں روپے مخصوص فرقوں کے مدارس کو قوت دینے کے لیے استعمال کیے اور یہ بھی شنید ہے کہ خفیہ والوں نے عسکری مقاصد کے لیے یہ پیسہ بے دریغ استعمال کیا۔

بے نظیر اور نواز شریف خود زیر بحث نہیں ان کے حاشیہ نشیں زیر گفتگو لائے جا سکتے ہیں۔ مذہبی لحاظ سے بے نظیر کسی کیمپ کو قوت دینے یا کمزور کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔ سندھ اور پنجاب کی گرینڈ خانقاہوں کے صاحبزادے اور پیرزادے ان کے ساتھ کھڑے تھے اور آج بھی ان کے سیاسی وارث بنے ہوئے ہیں وہ کسی مذہبی سازش میں شریک نہیں ہو سکتی تھیں۔ جہاں تک نواز شریف کا تعلق ہے ہر کس و ناکس کو ساتھ چلانے کی فکر میں رہے، یہی

وجہ ہے کہ شریعت نافذ ہوئی نہ وہ خود ہی رہے اور طیارہ سازش کیس نے انہیں بھی ادھیڑ دیا اور پرویز مشرف نئے روپ اور نئے لباس میں پاکستان کے محسن بن کر جلوہ گر ہوئے ان کے آٹھ سال میں امریکی جنگ نیو ورلڈ آرڈر کے زیر سایہ نئے شکار تلاش کرنے لگی اور جنرل مشرف امریکہ کے مضبوط اور واشگاف حلیف بن کر ابھرے، اب ظاہر ہے جنرل مشرف کا ایجنڈا کیا ہوسکتا تھا یہی کہ جنرل ضیاالحق نے روس کے خلاف جنگ میں جو فوائد حاصل کرنا چاہے تھے اور ایک نئی مخصوص طرز کی ریاست کا خواب دیکھا تھا اُسے شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا جائے۔ اس غرض کے لیے امریکہ نے اسامہ اور ملا عمر کی تلاش اور القاعدہ کی سرکوبی کا ہدف مشرف کے سپرد کیا۔ ہمارے خیال میں مذہبی لحاظ سے ضیاالحق اور مشرف میں کوئی فرق نہیں تھا۔ مولانا نورانی کے وصال کے بعد یا کچھ پہلے مشرف جمیعت علمائے پاکستان کو ادھیڑنے میں کامیاب ہوگئے اور یہ عسکری وہابی قیادتوں کا فیضان ہے، جمیعت علمائے پاکستان نام کی کوئی چیز نہ رہی۔ فضل کریم نون میں ضم ہوگئے، حامد سعید کاظمی پیپلز پارٹی میں دھڑلے سے جا بیٹھے، حنیف طیب کو بیرخانے میں پناہ مل گئی۔ جلال پور کے سیدزادے غاروں میں گھس گئے لیکن خاندانی اثر ہے کہ جے یوپی کی تسبیح کیے جا رہے ہیں۔ سلیم اللہ صاحب کو نیازی دستار مل گئی وہ مجذوبوں کی طرح اُسے کھولتے باندھتے رہتے ہیں۔ ہو نہ ہو یہ ساری کرامت جنرل اطہر اور جنرل انصاری کی ہو، ظلم یہ ہے کہ ہاتھیوں کو گرانے والی چیونٹیاں نظر نہیں آ رہیں۔

ضیاالحق اور مشرف نے جو کچھ اسلام اور پاکستان کے ساتھ کرنا تھا کر چکے۔ غامدی ایسے ابلیسی فکر کے پروردہ مشرف ہی کی حوصلہ افزائی سے اسلام کی تاریخی صداقتوں کو دھنتے نظر آنے لگے۔ ہدف صوفیاء کی فکر کو سبوتاژ کرنا ہی نہیں بالآخر پاکستان کو توڑنا تھا۔ حالات نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا جو لوگ کہتے تھے ہم پاکستان کی ''پ'' بھی نہیں بننے دیں گے وہ افغان سرحد پر تازہ دم ہوکر بھارت کی حوصلہ افزائی سے پاکستان کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ افغان طالبان میں بلاشبہ سنی بھی تھے اور یہ لوگ بھی تھے لیکن سنی لوگ صرف اسلام کے شیدائی تھے اب تو تمیز ہی ختم کر دی گئی ہے وہ لوگ جو صوفیاء کی طرز پر اسلام کی خدمت کا ہدف رکھتے ہیں وہ کل بھی پرامن تھے اور آج بھی پرامن ہیں۔ انہیں نشتر پارک کے ایک حادثے کا شکار کر کے عسکری مہمات کی طرف لانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن یہ لوگ فطرتاً پرامن ہیں یہ شریف لوگ نہ کسی غدار کے کام آسکتے ہیں اور نہ ہی حالات نے ان کو خود اپنے کام آنے کا چھوڑا ہے۔

پاکستان کی سالمیت کے لیے ضروری ہے کہ قوم کو متحد الفکر کرنے کے لیے حکومت دانش وروں، علماء، صوفیاء، شعرا اور اساتذہ سے کام لے۔ صرف یہ کافی نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو بند کمرے میں سچی جھوٹی کہانیاں سنا کر فارغ کر دیا جائے۔

ملک میں حقیقی قیادت کا فقدان ہے۔ وفاق پر یقین رکھنے والے سیاست دان ناپید ہیں۔ سرحد ان لوگوں کے قبضے میں ہے جن کی تاریخی سرگرمیاں وثوق پیدا نہیں کرتیں کہ وہ ملک دشمن لوگوں سے حقیقتاً نمٹ سکیں گے۔

فوجیوں کے دماغ کو کافی نہ سمجھا جائے۔ تھنک ٹینک مضبوط کیا جائے۔ تنقید برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے۔

وہ جرنیل جو فارغ ہو چکے ہیں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

امریکہ کے معاملہ میں تازہ منصوبہ بندی کی جائے قوم کو ہر معاملہ میں اعتماد میں لیا جائے۔

خفیہ والوں نے محب وطن جماعتوں کو جس طرح ٹھکانے لگایا ہے اور مشرف کی خواہش

پر تیسری قوت ختم کرنے کا مکروہ کام نبھایا ہے، توبہ کریں اور پوری قوم ان لوگوں کو غنیمت جانے جو محبّ الوطن ہونے کے ساتھ پاکستان سے محبت کرنے کی ایک تاریخ رکھتے ہیں۔

مشرف دور میں امریکہ کی شہ پر مدارس دینیہ کے خلاف جس طرح پروپیگنڈا ہوا، حدود لاء سے متعلق قوانین ختم کیے گئے۔ C-295 کا گلا گھونٹا گیا اور اسلام کا مذاق اڑایا گیا، پوری قوم عذاب کی لپیٹ میں آ گئی۔ توبہ کا راستہ ہی فلاح کا راستہ ہے۔ اسلام زندہ باد ہی ہماری منزل ہے اور پاکستان ہمارا قلعہ ہے اس کی حفاظت کے لیے ہمیں متحد الفکر اور متحد العمل ہونا ہی پڑے گا۔

اللہ ارضِ وطن کی حفاظت فرمائے

اور ہم سب کو اپنا وفادار بنائے

مدیر اعلیٰ

WWW.NAFSEISLAM.COM

حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۃ العادیات کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ
صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿۵﴾ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿۷﴾
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي
الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ
يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو تیز دوڑتے ہیں اور ان کے سینوں سے آواز نکلتی ہے (۱) پھر وہ ٹاپ مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں (۲) پھر صبح صبح اچانک حملہ کرتے ہیں (۳) پھر اُس سے غبار اُڑاتے ہیں (۴) پھر دشمن کے لشکروں میں گھس جاتے ہیں (۵) بلاشبہ حق بھول جانے والا اپنے ربّ کا ناشکرا ہے (۶) اور یقیناً وہ خود ہی اس پر گواہ ہے (۷) اور بے شک وہ بہت شدت سے مال کی محبت رکھتا ہے (۸) تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں انہیں اُٹھا دیا جائے گا (۹) سینوں میں جو مخفی ہے آشکار ہو جائے گا (۱۰) بے شک اُن کا ربّ اُس دن انہیں ان کے ہر عمل سے آگاہ کر دینے والا ہوگا (۱۱)

مکہ شریف میں نازل ہونے والی سورۃ العادیات گیارہ آیات پر مشتمل ہے، بتاتی ہے کہ رسول اعظم ﷺ کے نزدیک مقام تک وہ دوکیا ہے۔

سورہ ''العادیات'' سے پہلے سورہ زلزال میں تکمیل انسانیت کے لئے فکر آخرت کو ضروری قرار دیا گیا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلی سورت ایک احساس کے جھٹکے کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ سورت یہ بتاتی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے کامیابی کے سرچشمے کیا ہیں۔ انہیں کدھر تلاش کیا جائے اور وہ کون سی بیماریاں ہیں جن سے وجود انسانیت سرطان کا شکار ہو جاتا ہے، زندگی کا روپ، اس کا نکھار اور حسن بقا جن ذرائع کا تقاضا کرتا ہے وہ کہاں ہیں۔ سورہ والعادیات ایسے انسان کی شناخت کرواتی ہے، جو ایثار نفس، انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی، احسان، خدمت اور محبت کے جذبات اور اعمال سے محروم ہو۔ سورت میں مضامین کا ابھار پر جوش ہے، روانی تیز ہے اور دعوت میں کاٹ ہے۔ اسلوب دوٹوک اور واشگاف ہے۔ جیسے سورت کا آغاز تیز دوڑنے والے گھوڑوں کے بیان سے ہوتا ہے۔ سورت کے مضامین بھی تیز دوڑتے نظر آتے ہیں۔ سورت کا آخر بیان آخرت پر مشتمل ہے جو اپنی گہری فکر سے ماحول کو پر سکوت کر دیتا ہے اور انسانی عقل گم ہو جاتی ہے یہی وہ مرکز نفسیات ہوتا ہے جہاں حقیقت کی تلاش منشور حیات بن جاتی ہے۔۔۔۔''

ہانپتے، دوڑتے اور پاؤں سے شرارے اڑاتے، غبار اڑاتے دشمنوں کی فوج میں گھس جانے والے گھوڑوں میں کیا ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان کی قسمیں کر کے شہادت قائم فرمائی کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ گھوڑے میدان جنگ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر کیسی کیسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اپنے سوار کے اشارے پر بجلیوں کی طرح دوڑتے ہیں۔ سوار حالانکہ اسے اللہ کا بخشا ہوا رزق دانہ کی صورت میں کھلاتا ہے۔ گھوڑوں کی وفا کو نصاب فکر بنا کر انسانوں کو ناشکری سے باز آنے کا درس دیا جاتا ہے۔

یہ سورہ عظیمہ ناشکرے انسان کے ذہن پر چوٹ مارتی ہے۔ اسے تنبیہ کرتی ہے کہ اس دنیا میں اسے جو بھی ملا ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اسے بخشا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اپنے منعم کے سامنے سراپائے سپاس بن جائے اور اس کی زندگی میں عملی دلیل ابھرے کہ وہ اللہ کے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جو صلاحیتیں اور اہلیتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس کے نظام کے خلاف استعمال نہ کرے بلکہ حق کی راہ میں انہیں بروئے کار لائے۔

مکان کی قیمت مکین سے ہے اور سواری کی اہمیت سوار سے ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ رب العالمین گھوڑوں کی حقیر ٹاپ اور ٹھوکر سے سلگتی آگ کی تو قسم کرے لیکن وہ سوار جو ان گھوڑوں پر بیٹھے ہوں وہ بے وقعت ہوں۔ اصل میں خدائی قسمیں سواروں کی نسبت ہی سے سواریوں کے پاؤں سے لگی ہوئی غبار تک کو تقدس بخش دیتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ دنیا بھر میں ناشکرے انسانوں کو اگر نمونہ درکار ہو تو وہ غلامان رسول ﷺ کے باوقار لشکر کو دیکھیں جنہوں نے جانیں دے کر تاریخ میں وفا و اطاعت کے نقوش رقم کئے۔

سورہ کی ابتدائی آیات محنت اور تگ و دو کی اہمیت بھی بتاتی ہیں آج اسلام کے چمن میں اگر افکار و اعمال کے پھول بہار بداماں ہیں تو یہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے دوڑائے گھوڑوں، جدوجہد، تگ و دو اور سعی و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے بہترین امتی وہ ہیں جو خراب حالات میں بھی محنت کرتے ہیں''۔ قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم عبث آرزوؤں میں نہ جئیں بلکہ جہاد اور تگ و دو کی راہ اپنائیں۔ حضرت علیؓ کا یہ قول یقیناً ایمان افروز ہے:

''بے تکی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنا سب سے بڑی دولت حاصل کرنا ہے وہ شخص جو حد سے زیادہ توقعات سینے میں سجا لیتا ہے اس کے کام کا معیار انتہائی پست ہو جاتا ہے''۔

سورہ والعادیات میں مال و دولت سے محبت اور دنیوی ساز و سامان کا عشق جس نفسانی اور اخلاقی زوال کا سبب بنتا ہے اسے بھی موضوع بنایا گیا۔ انسان کمزور ہے کہ وہ اپنے مال اور اپنی جملہ کمزوریوں کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ انسان کب تک ایسے کرے گا۔ ایک دن زمین اپنے راز آشکار کر دے گی۔ عقلمند وہ لوگ ہیں جو اس دن کے لئے تیاری کریں اور کنود جو د کے خلاف تگ و دو کو اپنی زندگی کا منشور بنالیں اور عقیدہ رکھیں ایک دن انہیں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ ان کی ایک ایک بات سے انہیں آگاہ کر دے گا۔

سورہ العادیات کا شان نزول:

بنو کنانہ کے لوگوں کی طرف ایک لشکر بھیجا گیا جس پر منذر بن عمرو انصاری کو امیر مقرر کیا گیا۔ ایک ماہ گزر گیا لیکن ان کی طرف سے کوئی خبر نہ آئی۔ منافقین کہنے لگے وہ سب قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی رد میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں حضور ﷺ کو خبر دے دی گئی کہ وہ زندہ ہیں اور انہوں نے کفار سے کافی مال غنیمت حاصل کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ حضور ﷺ نے غزوہ ذات السلاسل میں مولا علیؓ کو بھیجا تو یہ آیات آپ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

سورت کی فضیلت میں یہ روایت صاحب کمالین نے نقل کی ہے:

''جو شخص سورہ والعادیات پڑھے گا اسے ان لوگوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا جو مزدلفہ اور عرفات میں حاضر ہوتے

ہیں"۔ واللہ اعلم۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو تیز دوڑتے ہیں اور ان کے سینوں سے آواز نکلتی ہے

عادیات "عادیہ" کی جمع ہے اس کا معنی تیز دوڑنے والی سواری کے ہوتے ہیں۔ اساسی معنی گذر جانے اور جدا ہونے کے ہیں۔ دشمنی جو دل سے گذر جاتی ہے عداوت کہلاتی ہے۔ دوڑ لگانے والا بھی تیزی کے ساتھ نظر سے گذر جاتا ہے۔ "ضبح" تیزی اور سرعت کے ساتھ دوڑنے والے کی سانسیں جو آواز پیدا کرتی ہیں اسے کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے تھے گھوڑے، کتے اور لومڑی کی سانس لیتے ہوئے آواز کو "ضبح" کہتے ہیں۔ رازی کہتے ہیں کہ یہ گھوڑے کی ہنہنانے کی آواز نہیں اور نہ ہی حمحمہ ہے۔ حمحمہ وہ آواز ہے جو گھوڑا دانہ دیکھ کر نکالتا ہے۔

آیت کی تفسیر میں دو نظریے موجود ہیں۔

پہلا یہ کہ عادیات سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔

اور دوسرا یہ ہے کہ عادیات سے مراد اونٹ ہیں جو اماکن مقدس کی طرف سواروں کو لے کر تیزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے:

میں خانہ کعبہ میں حطیم کے اندر بیٹھا تھا

کہ ایک شخص نے مجھ سے والعادیات کی تفسیر

پوچھی میں نے کہا اس سے مراد وہ گھوڑے

ہیں جو راہ جہاد میں حملہ کرتے ہیں۔

سائل مجھ سے جواب لینے کے بعد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چلا گیا۔ آپ اس وقت چشمہ زمزم کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نے آپ سے بھی یہی سوال پوچھا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ نے مجھ سے پہلے بھی اس آیت کی تفسیر کسی سے پوچھی؟

سائل نے عرض کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

اور آپ نے جواب دیا:

عادیات سے مراد جہادی گھوڑے ہیں۔

آپ نے فرمایا جاؤ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو میرے پاس لے آؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تو مولا علی ؑ نے ارشاد فرمایا:

"جو بات تمہیں معلوم نہیں اس کے بارے میں تم فتوے کیوں دیتے ہو۔ اسلام میں پہلا غزوہ بدر تھا اور ہمارے پاس دو گھوڑوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک گھوڑا زبیر کے پاس تھا اور دوسرا مقداد کے پاس تو عادیات سے مراد گھوڑے کیسے ہو سکتے ہیں۔"

مولا علی ؑ نے فرمایا:

"عادیات سے مراد وہ اونٹ ہیں جو عرفات سے مزدلفہ اور مشعر سے منیٰ کی جانب جاتے ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ بات سن کر علی ؑ کی طرف رجوع کر لیا۔

امام فخر الدین رازی نے یہ روایت نقل کر کے اصرار کیا کہ عادیات سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔ رازی کی بات اپنی جگہ لیکن سوچا جا سکتا ہے کہ عادیات قرآن حکیم نے مطلق استعمال فرمایا تصریح نہ کی کہ گھوڑے ہیں یا اونٹ، وسعت رکھتا ہے کہ اس کا اطلاق مجاہدین کے گھوڑوں اور حاجیوں کے اونٹوں پر برابر ہو بلکہ قیامت تک جو تیز رو سواریاں مجاہدین اور عابدین کے استعمال میں آئیں گی وہ سب مراد ہوں۔ عبادت ہو یا جہاد دونوں اسلامی دعوت کے نمایاں عمود ہیں۔ اس لئے عبادت کے لئے استعمال میں لائے جانے والا اونٹ اور جہاد کے لئے استعمال ہونے والے گھوڑے دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

اگر عقل بڑی کرنے کا الزام نہ ہو تو سوچا جا سکتا ہے جہاد میں بار برداری کے لئے اونٹ اور حج کے لئے گھوڑے استعمال ہو سکتے ہیں۔ رہا معاملہ ضبح کی آواز تو ممکن ہے قربانی کے وقت اونٹوں کے گلے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مراد ہو یعنی دوڑ کر جانا اور پھر قربان ہو جانا، گزر جانا۔ بہر حال جمہور کے نزدیک تفسیر کی پہلی جہت مختار ہے کہ یہاں مجاہدین کے تیز دوڑنے والے گھوڑے مراد ہیں۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ

پھر وہ ٹاپ مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں العادیات سے وہ گھوڑے مراد ہیں کہ جب رات کو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں اور ان کی ٹاپیں پتھروں سے رگڑتی ہیں تو چنگاریاں نمودار ہوتی ہیں۔

مفسرین نے ان سے مراد وہ اونٹ بھی لئے ہیں جو سرعت کے ساتھ مواقف حج میں دوڑتے ہیں اور ان کے پاؤں کے نیچے سے کنکریاں اور ریت اڑتی ہے اور دوسرے سنگریزوں کے ساتھ ٹکرانے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔

تیسری تفسیر موریات سے وہ قبائل مراد لئے گئے ہیں جو مواقف حج میں کھانا پکانے کے لئے آگ جلاتے ہیں۔

موریات، ایراء سے ہے اس کا لغوی معنیٰ آگ نکالنا ہوتا ہے اور" القدح" آگ کی ایک قسم ہے جو گھوڑوں کے پتھروں پر پاؤں اور کھر مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چقماق کو رگڑ کر جو آگ پیدا کی جاتی ہے وہ بھی قدح کہلاتی ہے۔ یہاں کھر کے پتھر پر مارنے کا محاورہ قدح کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔

بعض مفسرین نے اس سے مراد گھوڑوں کی بجائے شعلہ نوا خطیب لئے ہیں جو چبھنے والی زبان سے دشمن کے دل میں آگ لگا دیتے ہیں۔ اس قسم کی تفاسیر قیاس محض ہیں۔ روایت اور درایت جس تشریح کی تائید کرتی ہے وہ پہلی ہی دو باتیں ہیں گھوڑوں کا یا پھر اونٹوں کا ٹاپوں سے آگ سلگانا۔ واللہ اعلم۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا

پھر صبح اچانک حملہ کرتے ہیں

الاغارہ رفتار کی تیزی المغیرات سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو اپنے سواروں کو لے کر صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔ زبیدی حنفی نے لکھا تیزی کے ساتھ حملہ کرنا اور دشمن کو قیدی بنالینا اور اس کے پاس جو کچھ ہو لے لینا اغارت ہے۔ ابن منظور نے لکھا کہ مغیرات "مغیرۃ" کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہوتا ہے ہجوم کر کے حملہ کرنا۔ بعض اوقات یہ مال چھیننے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک معاصر مفسر نے مغیرات سے ڈاکوؤں کے گھوڑے مراد لئے ہیں۔ مظلوم مفسر نے رات کے وقت بس لکڑیاں ہی چننے کا کام کیا ہے۔ بے تکی باتوں کا تفسیر قرآن سے کیا تعلق ہے۔ قرطبی کے نزدیک مغیرات سے مراد وہ اونٹ ہیں جو اپنے سواروں کو لے کر قربانی کے دن صبح کے وقت مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا

پھر اس سے غبار اڑاتے ہیں

قرآن مجید کے معجزانہ کلام کا یہ حصہ مجاہدین کی سواریوں کی ایک اور خصوصیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مجاہدین کے گھوڑے اس قدر تیزی کے ساتھ قلب لشکر کی طرف دوڑتے ہیں کہ ہر طرف گرد و غبار ہی گرد و غبار کر دیتے ہیں۔ اثرن اثارہ کے مادے سے ہے۔ غبار یا دھوئیں کو ادھر ادھر پھیلا دینا۔ جدید عربی میں فضا میں آواز کی لہریں پھیلانا اثارہ کہلاتا ہے۔ "نقع" نقیع سے ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی۔ نقع پانی نیچے کی طرف چلا گیا۔ غبار میں ڈوب جانا بھی اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ "نقع الصوت" آواز اوپر کی طرف اٹھی چونکہ غبار اوپر کی طرف اٹھتی ہے اس لئے اسے "نقیع" کہہ دیتا ہے۔ اوپر اٹھنا اور نیچے جانا متضاد معانی اس مادہ کی اصل میں شامل ہیں۔ چونکہ غبار اتنی بے وزن چیز ہوتی ہے کہ معمولی ہوا یا پانی اسے اوپر نیچے کر دیتے ہیں۔ آیت میں "بہ" کی ضمیر دشمن پر چھاپہ مارنے کے وقت کی طرف راجع ہے یا یہ بھی ہو سکتا ہے یہ دشمن کے مقام کی طرف راجع ہو تو مفہوم آیت یہ ہوگا کہ سواروں کے گھوڑے حملہ کے وقت یا حملہ کی جگہ جب غبار اڑائیں قسم ان کی یہ بڑا مقدس مشن اور مقصد ہے۔ جس سے ناشکرے انسان آگاہ نہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا

پھر دشمن کے لشکروں میں گھس جاتے ہیں

یہ آیہ مقدسہ سواریوں کی ایک اور خصوصیت بیان فرماتی ہے کہ انہوں نے دشمنوں پر اس برق رفتاری کے ساتھ حملہ کیا کہ ان کے اندر گھس گئے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اس لئے کہ انہیں اپنی جانوں کی اتنی پرواہ نہیں تھی جتنا مالکوں کا مقصد عزیز تھا۔

پانچ آیات میں گھوڑوں کی شرافت، عظمت اور شان بیان کی گئی۔ جب سواریوں کی شان یہ ہے تو سواروں کی شان خود بخود متبادر ہوگئی۔ اسی سے نسبت کا مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ ایک شخص مقصد رسالت پر قربان ہونے کے لئے جب سواری پر بیٹھا اور اللہ رب العالمین نے اس سواری کی سانسوں کی قسم کی۔ اس کے کھر کے ساتھ جو رگڑ پیدا ہوئی اس کی بھی قسم کی۔ دشت وفا میں اترنے والے مجاہد کا اپنا مقام کیا ہوگا۔

آیات کی تشریح میں بیضاوی کا ایک خوبصورت قول:

اسماء جن کی قسم کی گئی یہ احتمال بھی ہے کہ ان سے مراد وہ نفوس قدسیہ ہوں جو اپنے کمالات اور خوبیوں کو دوسروں کی طرف منتقل کرتے ہیں اور اپنے افکار تاباں سے علم و معرفت کی چنگاریاں روشن کرتے ہیں۔ حرص و آز پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسروں میں عشق اور وارفتگی پیدا کرتے ہوئے انجام کار ساکنین علیین کے قلب میں مقام پیدا کر لیتے ہیں۔

ابن عربی کی ایک نفیس بات:

حافظ ابوبکر ابن العربی احکام القرآن میں خامہ فرسا ہوتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات کی بھی قسم کی۔ جیسے یٰس والقرآن الحکیم اور آپ کی حیات طیبہ کی بھی قسم کی۔ **لعمرک** وغیرہ اور حضور ﷺ کے گھوڑوں کی اور ان کے ہانپنے کی، ان کی اڑائی ہوئی غبار کی اور ان کے سموں سے جو آگ سلگتی ہے اس کی بھی قسم کی۔

یہ اسالیب دراصل حضور ﷺ کی رفعتِ شان کی خوبصورت علامتیں ہیں۔

کلام میں ضمنی دلالتیں

کلام میں قسموں کے ساتھ صریحی اور ضمنی دلالتوں کی ترتیب یہ رہی۔

چابک دست گھوڑوں کی قسم

اماکن عبادت تک پہنچانے والے اونٹوں کی قسم

ہر اس سواری کی قسم جو مقصد سے قریب کر دے

شجاع اور بہادر سواروں کی قسم

گھوڑوں کے فرائے بھرنے کی قسم

گھوڑوں کے سموں سے سلگتی ہوئی آگ کی قسم

صبح صبح بے دھڑک اور اچانک حملے کی قسم

کھروں سے پھیلتی بکھرتی ہوئی غبار کی قسم

اس وقت کی قسم جب گھوڑے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کریں

اس مقام کی قسم جہاں گھوڑے تاراج کریں

فتح یاب ہونے کی قسم

ان نفوس قدسیہ کی قسم جو دلوں کو روشن کر کے دنیا کی محبت کو اجاڑ دیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ

بلاشبہ حق بھول جانے والا اپنے رب کا ناشکرا ہے

اصل بات جس کے لئے قرآن مجید نے قسمیں کیں کہ انسان اپنے مالک کی عنایات کا ناقدرا ہے۔ تفسیری عمود یہ نہیں کہ ثابت کیا جائے کہ انسان ناسپاس اور ناشکرا ہے بلکہ زور اس بات پر ہے کہ انسان کو اپنے مالک کی نعمتوں پر شکر کی روش اختیار کرنی چاہیئے۔ ایک اچھا انسان وہی ہے جسے مالک کی پہچان حاصل ہو۔ گویا یہاں دو قسم کے انسان سامنے آئے ایک وہ ہیں جو تنہا خور اور ناشکرے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھے ہیں۔ حملہ گھوڑے نہیں کرتے سوار کرتے ہیں۔ مزید اربات یہ ہے کہ قرآن مجید نے نمازیوں اور ناقدرے انسانوں کا آپس میں موازنہ نہیں کیا بلکہ گھوڑوں کی سانسوں، سموں سے سلگتی آگ، ٹاپوں سے بکھرتی غبار کی قسم کی اور فرمایا بے شک انسان ناشکرا ہے۔ مقصد ظاہر ہے کہ منزل ناشناس انسان سے تو وہ مٹی اور خاک اچھی ہے جس میں مقصد نبوت کو قوت بخشنے کا داعیہ ہو، باقی رہ گئے غازی فی سبیل تو ان کا مقام اور مرتبہ تو لفظوں کے بیان سے ماورٰی ہے۔

کنود کا لغوی معنٰی ہوتا ہے ایسی زمین جس میں فصل پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کنود وہ ہے جو اپنے غلام کو مارے، تنہا خور ہو اور عطیات روک لے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ کنود اس شخص کو کہتے ہیں

جو مصیبتوں کا ذکر کثرت سے کرے لیکن نعمتوں کو بھول جائے۔

مضر قبیلہ کے لوگ ناشکرے انسان کو کنود کہتے ہیں۔
حضرت ابن عباس، مجاہد اور قتادہ ﷺ کا یہی قول ہے۔
بنی کندہ کے لوگ کنود کا معنیٰ نافرمان سے کرتے ہیں۔
بنو مالک کے محاورہ میں بخیل کو کنود کہتے ہیں۔
ابو عبیدہ کنود کے معانی میں بھلائی کم رکھنے کا مفہوم نقل فرماتے تھے۔
حضرت ذوالنون مصری فرماتے تھے کہ کنود وہ ہے جسے تکلیف پہنچے تو وہ واویلا کرے اور جب خیر پہنچے تو بخیل ہو جائے۔
حضرت قاشانی فرماتے تھے جو شخص اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے محجوب ہو اور ان سے واقف ہو کر انہیں استعمال نہ کرے کنود ہے۔
تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کنود وہ شخص ہے جو نعمتوں کا استعمال صحیح محل میں نہ کرے۔
اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ کنود وہ شخص ہے جو مشکلات اور مصائب میں اپنے دوستوں کے ساتھ ہمدردی نہیں کرتا اور بعض نے اس کا معنیٰ کفر اور سرکشی سے بھی کیا ہے۔ واللہ اعلم.

ایک قابل فہم نکتہ

اللہ تعالیٰ نے یہاں انسان کو ناشکرا کہا۔ سورہ احزاب میں اسے ظلوم جہول سے تعبیر کیا۔ سورہ ہود میں مایوس ہونے کا لقب دیا۔ سورہ معارج میں کم ظرف کہا اور سورہ علق میں سرکش قرار دیا۔
دوسری جانب سورہ اسراء میں اس کے سر پر تاج کرامت رکھنے کا اعلان کیا اور سورہ تین میں بہترین تقویم پر پیدا کرنے کا اعلان فرمایا۔ کہیں بھول چوک کی حکایت کی اور کہیں خلیفۃ اللہ اور مسجود ملائکہ قرار دیا۔ صفات اور خصوصیات میں تضاد اعمال اور اخلاق میں تضاد کی وجہ سے ہے۔ جو کمال کی جہت میں سفر کریں۔ ایمان اور تقویٰ ان کی منزل ہو وہ رشک شمس و قمر بن جاتے ہیں اور جو زوال کی طرف گر جائیں وہ سرکش بھی ہوتے ہیں اور کم ظرف بھی۔ قرآن مجید دونوں قسم کے انسانوں کی خصوصیات بیان کرتا ہے تاکہ اعمال اور اخلاق کی جہت ٹھیک ہو جائے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ

اور یقیناً وہ خود ہی اس پر گواہ ہے

قرآن مجید کہتا ہے کہ انسان کے ناشکرے، ناسپاس اور بے قدرا ہونے پر خارج سے کوئی دلیل لانے کی ضرورت نہیں، انسان خود ہی اپنی کمزوریوں اور کم ظرفیوں کا گواہ ہے۔ اس کے اندر اس کی فطرت اور اس کا ضمیر موجود ہے۔ جو اسے ملامت کرتا رہتا ہے کہ وہ ایمان اور اطاعت کی طرف قدم کیوں نہیں بڑھاتا اور یہ گواہی میدان قیامت میں بھی ہوگی جب اس کے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء اس کے خلاف شہادت فراہم کریں گے۔ ممکن ہے کہ انه میں ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو کہ انسان کے ناشکرا ہونے پر خود اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن سیاق وسباق تفسیر کی پہلی جہت ہی کی توثیق کرتے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ

اور بے شک وہ بہت شدت سے مال کی محبت رکھتا ہے

آیت میں خیر سے یہاں مراد مال اور دولت ہے اور یہ عوام کی عادت کے مطابق فرمایا ہے یعنی اللہ کے نزدیک خیر نیکی ہی ہے لیکن انسان کے نزدیک معیار خیر زر اور دولت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خیر کا لفظ دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جیسے جہاد اچھی چیز ہے لیکن ایک معنیٰ کی نسبت سے اسے ''سوٗ'' بھی کہا گیا ہے۔ ''لشدید'' سے مراد طلب اور تحصیل میں شدت اور سر توڑ کوشش کرنا ہے یا مال کی محبت میں شدید ہونے سے سخت بخیل ہونے کی طرف اشارا ہے۔ سورہ کریم نے ترتیب سے تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ناشکرا اور ناقدرا ہونا، ضمیر کا چور ہونا اور مال اور دولت سے جنون کی حد تک محبت کرنا اور اسے مقاصد حسنہ کے لئے استعمال نہ کرنا۔

مال ہماں بہ کہ بیاراں دہی
گر بدہی کہ بخاکش نہی
زر زپئے منفعت است اے حکیم
بہر نہادن چہ سفال و چہ سیم

''دولت وہی اچھی ہے جو دوستوں کو دو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دولت کو مٹی کی نذر کر دو کیونکہ زر نفع اٹھانے کے لئے ہے اگر رکھنا ہی ہے تو پھر ٹھیکری اور چاندی میں کیا فرق ہے۔''

مال اور دولت کی محبت میں انسان جب مجنون زر بن جاتا ہے تو اس کے ہاں رشتوں کا تقدس مظالم کا بندھن بن جاتے ہیں پھر دوستوں کو لوٹا جاتا ہے، بھائیوں کے گلے کاٹے جاتے ہیں، دولت کا طلسم ہوشربا معاشرتی قدروں کی جڑیں کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ انسان نئی نئی منطقیں تراشتا ہے۔ فلسفے گھڑتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں صرف دولت والے ہی بستے ہیں، باقی سب کیڑے مکوڑے ہیں، وہ دنیا ہی کو حسن المآب سمجھ کر فرعونیت والی اقدار جنم دیتا ہے۔ مذہب اور دین اس کے نزدیک پرانے لوگوں کی ذہنی ریاضت ہو جاتی ہے۔ وہ نماز بھی پڑھے تو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے پڑھتا ہے جبکہ سچے اہل ایمان کی قرآن حکیم نشانی یہ بتاتا ہے کہ جب زندگی میں کوئی ایسا مرحلہ آئے جہاں دولت دنیا اور نفسانی خواہشات خدا کی محبت سے متصادم ہوں تو مخلص دین دار شخص اللہ کی محبت میں مستقیم اور مضبوط ہوتا ہے۔

والذین امنو اشد حباً للہ

دونوں راستے جدا جدا ہیں

ناشکرا اور ناقدرا وہ مال سے شدید محبت کرتا ہے

جبکہ

ایمان دار اور دین دار سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتا ہے۔

ناشکرے لوگ رب سے زیادہ مال اور دولت کے پجاری ہوتے ہیں

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝

تو کیا وہ نہیں جانتا کہ جو قبروں میں ہیں انہیں اٹھا دیا جائے گا

کنود، جود، حرص، طمع، لالچ، آز، خود غرضی کا علاج کیا ہے؟ ایک ہی صرف ایک ہی کہ عقیدہ اور ایمان مضبوط ہو جائے۔ فکر آخرت پیدا ہو جائے، انسان کا حقیر سا وجود عالم اکبر سے متصل ہو جائے۔ وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان لذتوں کے قید خانے سے باہر قدم رکھے۔

''سورہ العادیات'' کا یہ حصہ نفس کی قید کو توڑتا ہے اور انسان کی آزادی کا اعلان کرتا ہے اور اس احساس کو مبصر اور قوی بنا دیتا ہے کہ وہ لمحہ لطیفہ آنے والا ہے جب قبروں کو کھنگال کر سب کچھ باہر نکال دیا جائے گا۔

سید قطب نے کتنا اچھا لکھا کہ ''بعثر'' کا لفظ اپنی آواز ہی میں مہیب ہے اور اس کا معنی اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے اور پھر سینوں کے خفیہ رازوں کا اگلوانا اور بھی ہولناک ہے۔

بعثر ''بعثرہ'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی زیر و زبر کرنا اور باہر نکال دینا ہوتا ہے۔ مردوں کو زندہ کرنے کے وقت چونکہ قبروں کو زیر و زبر کر دیا جائے گا اور جو کچھ ان میں ہے آشکار ہو جائے گا۔

آیت میں ''من'' کی جگہ ''ما'' لانا ممکن ہے کہ مال دار بخیلوں اور زر پرستوں کے وہ زمینی دفینے اور خزینے بھی مراد ہوں کہ وقت آنے پر سب کچھ پراگندہ اور منتشر ہو جائیں گے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس دن کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی ہر چیز سامنے آ جائے گی۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝

سینوں میں جو مخفی ہے آشکار ہو جائے گا

جو کچھ سینوں میں ہوگا وہ ظاہر کر دیا جائے گا اور پھر ہر ایک کو صحیفوں میں جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں اس آیت میں ہاتھ پاؤں کے اعمال کو ظاہر کرنے کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ دلوں اور سینوں کے اسرار اور راز ظاہر کرنے کا ارشاد ہوا۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ قلبی سوچیں اور افکار ہی اعمال کی اصل ہیں جب انہیں بھی آشکار کر دیا جائے گا تو پھر بچے گا کیا؟

آج دنیا میں انسان اپنے اعمال کے محرکات اپنے دل میں چھپا لیتا ہے۔ کوئی کیا جانے کس کے دل میں کیا کیا ہے لیکن کل کوئی شاطر دھوکہ دینے کی سوچ بھی نہ سکے گا۔ اعمال کے ریکارڈ سینوں میں موجود نیتوں اور محرکات کے ساتھ رب کے سامنے موجود ہوں گے۔ عدل و انصاف کے سارے تقاضے پورے کئے جائیں گے۔ دنیا میں اعمال کی صرف ظاہری صورت دیکھی جاتی ہے۔ قلبی جذبات اور نیتیں دیکھنے کا کوئی ذریعہ نہیں لیکن بروز قیامت نہاں خانہ دل میں موجود ہر جذبہ، ہر نیت اور ہر کیفیت کو نچوڑ کر ما حاصل کو اعمال کے ساتھ جمع کر دیا جائے گا۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝

بے شک ان کا رب اس دن انہیں ان کے ہر عمل سے آگاہ کر دینے والا ہوگا

اللہ تعالیٰ ہر ایک کا ہر وقت ہر جہت سے ہر حالت میں خبردار ہے۔ اس سے کوئی پوشیدہ نہیں اور کچھ بھی مخفی نہیں۔ ہر غیب اور ہر راز اس کے

سامنے عیاں ہے۔ آیت مذکور میں "یومئذ اور خبیر" کی ترکیب ذہنوں میں دہشت اور لرزہ پیدا کردیتی ہے مقصد اگرچہ احساس، شعور اور جذبہ مسئولیت کی بیداری ہے تاکہ انسان جان لے اس کا کیا ہوا سب کچھ اللہ سے مخفی نہ ہوگا اور بروز قیامت خبیر ذات کا اعمال و نیات سے آگاہ ہونا اجر و ثواب اور جزا و سزا کے وقوع کی صورت میں آشکار ہو جائے گا۔

ایک اہم بات:

سورہ عادیات مسلمانوں کی تربیت جن خطوط پر کرتی ہے اگر وہ زیر نظر رکھیں تو دنیا میں کفر اور باطل کبھی زور نہ پکڑے۔

رات کی تاریکی ہو یا صبح کا وقت، جب ہر جی آرام کا متمنی ہو ایک مسلمان کو اپنی سواریاں تیار رکھنی چاہئیں، جہاد فی سبیل اللہ کی روح سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہیئے۔ خطرات سے پنجہ آزمائی کے لئے ہمہ دم چابک دست رہنا اس سورت کا اساسی سبق ہے۔

سورہ کے شہادت افروز آغاز سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اور مقصد کی عظمتیں گرد و غبار کو رشک سیم و زر کر دیتی ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان کو عظیم نسبتوں کا ادراک اور پھر ان کا احترام ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے اور "مقاصد حسنہ" کی دولت جمع رکھنی چاہیے کسی وقت بھی کوچ کا نقارہ بج سکتا ہے۔

سورت کا جوف انسانی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ ناشکرا ہونا اور مال و زر کی محبت میں گرفتار ہونا۔ قرآن کے قاری کو سرکشیوں اور ناشکریوں سے اپنے نفس کو محفوظ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایمان و اطاعت اور قربانی و ایثار ہی نفس کا زور توڑ سکتے ہیں۔

سورت کا اختتام جذبوں، نیات اور قلبی کیفیات کی اصلاح کا روحانی ذریعہ نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بروز قیامت لوگ اپنی نیتوں پر اٹھیں گے۔ نفوس اور قلوب کا میل دور کرنے کے لئے حسن اعتقاد کے ساتھ صوفیہ اور صالحین کی صحبت موثر ذریعہ ہے۔ مجاہدین کے گھوڑوں کے پاؤں سے نسبت پانے والی خاک اتنی عظمت پا سکتی ہے کہ اللہ رب العالمین اس کی قسم کرے۔ اہل اللہ کے قدموں میں بیٹھنے والوں کا مقام کیا ہوگا۔

رب کریم سے دعا
کہ وہ خبیر و قدیر
ہمیں ہمتوں کی سواریاں بخشے کہ ہم اس کی راہ
میں جہاد کے قابل ہوں
عزم و ارادہ سے سلگنے والی عشق الٰہیہ کی
چنگاریاں جو ماسویٰ کو جلا کر بھسم کر دیں
ہمارا مقدر ہو جائے
اعلیٰ و بالا اور روحانی نسبتوں کا وسیلہ میسر ہو
تاکہ خواہشات نفسانی کی وادیاں اور صحرا اعمال و اذکار کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زیر و زبر ہو جائیں۔

قارئین!

ظہر کا وقت ہے اور مدینہ شریف کے میناروں سے اذان کی مسحور کن صدا گونج رہی ہے۔ آنکھوں کے سامنے گنبد خضریٰ ہے۔ عشاق کے قافلے زمین بوس ہونے کے لئے مسجد شریف کی طرف بڑھ رہے ہیں اور میرا قلم سورہ عادیات کی تلاوت کرتے ہوئے حسب مقدر چمن رحمت سے مضامین تفسیر کی گل چینی سے فراغت پا رہا ہے اب کچھ لکھنے کی ہمت نہیں رہی۔ صلوٰۃ و سلام عرض کرنے لگا ہوں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ

و علیٰ الک و اصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

۵ جولائی ۲۰۰۸ بمطابق یکم رجب المرجب

☆☆☆

دین خیر خواہی کا نام ہے

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن تميم الداری ان النبی ﷺ قال الدین نصیحة ثلثاً قلنا عن قال لله ولکتابه و لرسوله ولائمة المسلمین و عامتهم۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۳، باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔آپ نے یہ بات تین بار فرمائی ہم نے عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول ﷺ کے لئے، مسلمانوں کے آئمہ (حکمرانوں اور علماء) کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خیر خواہی کو دین قرار دیا اگرچہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد، تمام فرائض اور دینی امور دین ہیں۔لیکن آپ نے "النصیحة" (خیر خواہی) کو دین قرار دے کر اس بات کو واضح فرمایا کہ خیر خواہی ان تمام باتوں پر مشتمل اور سب کی جامع ہے۔

جب اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، مسلمان حکمرانوں اور آئمہ دین اور عام مسلمانوں کے لئے جذبۂ خیر خواہی پایا جائے تو اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سب شامل ہو جاتے ہیں۔خطابی کہتے ہیں:

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے، جن کو دین کی چوتھائی قرار دیا گیا ہے

اور حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بلکہ یہ حدیث دین کی تمام غرض کے حصول کا ذریعہ ہے (فتح الباری، جزء اول، ص۱۳۶)

لفظ نصیحت "نصحت العسل" سے مشتق ہے۔یعنی جب کوئی شخص شہد کو صاف اور خالص کرتا ہے تو کہا جاتا ہے "نصحت العسل" میں نے شہد کو صاف کیا گویا جب انسان کا دل اللہ تعالیٰ اور حدیث میں مذکور دیگر شخصیات اور کتب کے بارے میں صاف ہو تو وہ ناصح اور خیر خواہ ہے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے "نصحی الشئی" اس نے کسی چیز کو خالص کیا۔اہل عرب یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص کسی چیز کو خالص کرتا ہے گویا نصیحت خلوص اور اخلاص کو بھی کہتے ہیں۔نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ، رسل عظام، الہامی کتب، مسلمان آئمہ اور عام مسلمانوں کے بارے میں مخلص شخص ہی دیندار ہے اسی لئے جب کوئی شخص کسی کے لئے اخلاص کا اظہار کرتا ہے تو کہا جاتا ہے "نصح له القول" فلاں شخص نے فلاں کے لئے اخلاص کا مظاہرہ کیا۔"النصح" سلائی کرنے کو بھی کہتے ہیں یعنی سوئی کے ساتھ کسی کپڑے وغیرہ کو سینا، عربی میں سوئی کو "المنصحه" کہا جاتا ہے۔اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ناصح اپنے بھائی کے بکھرے ہوئے معاملات کو اخلاص کی سوئی کے ساتھ سی دیتا ہے۔

اسی سے "التوبة النصوح" کا لفظ بھی بنا ہے یعنی گناہ دین کو پھاڑتا ہے اور توبہ اس کی سلائی کرتی ہے۔(فتح الباری، جزء اول، ص۱۳۶)

اس حدیث شریف میں پانچ ذاتوں کے لئے خیر خواہی کی ترغیب دی گئی اور بتایا گیا کہ اسی خیر خواہی کا نام دین ہے اور ایسا شخص ہی دین دار کہلانے کا مستحق ہے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا ذکر ہوا جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! کس سے خیر خواہی کی جائے تو آپ نے فرمایا "لله" یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

علماء کرام اور محدثین عظام فرماتے ہیں:

وصفه بما هو له اهل و الخضوع له ظاهرا و باطنا الرغبة فی محابه بفعل طاعته والرهبة من مساخطه بترک معصیته والجهاد فی رد العاصین الیه

اللہ تعالیٰ کے شایان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کرنا ظاہری اور باطنی طور پر اس کے لئے خضوع وخشوع اختیار کرنا اس کی محبت کے حصول میں رغبت کے لئے اس کی فرمانبرداری کرنا اور اس کی ناراضگی سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا اور جو لوگ اس کے نافرمان ہیں ان کے رد میں کوشش اور جہاد کرنا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید (یا ساتھی) حضرت ابو ثمامہ ﷺ فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے پوچھا اے روح اللہ! اللہ کے لئے ناصح کون ہے؟ آپ نے فرمایا "الذی یقدم حق الله علی حق الناس" وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق سے مقدم رکھتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ اس کو سیکھا اور سکھایا جائے، حروف کی ادائیگی اور تحریر میں درستگی اختیار کی جائے، اس کے معانی کو سمجھا جائے، اس کی حدود (احکام شرعیہ) کی حفاظت کی جائے، قرآن مجید میں بیان کردہ احکام پر عمل کیا جائے اور جو لوگ باطل

پرست ہیں اور قرآن مجید کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سازشوں کا قلع قمع کیا جائے۔ (فتح الباری جزء اول ص ۱۴۶)

گویا قرآن مجید کو طاق نسیاں کی زینت بنا کر رکھ دینا یا محض ایصال ثواب کا ذریعہ بنانا یا صرف اس کی تلاوت پر اکتفا کرنے سے خیر خواہی کا حق ادا نہیں ہوتا جب تک قرآن مجید کے حوالے سے مندرجہ بالا امور کی بجا آوری نہ ہو۔

رسول اکرم ﷺ کی خیر خواہی کے سلسلے میں حضرت حافظ ابن حجر شہاب الدین ابوالفضل عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جامع کلمات ارشاد فرمائے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

والنصیحة لرسوله تعظیمه و نصره حیا و میتا واحیاء سنته بتعلمها و تعلیمها والاقتداء به فی اقواله و افعاله و محبته اتباعه

رسول اکرم ﷺ کی نصیحت (خیر خواہی) آپ کی تعظیم کرنا، آپ کی حیات طیبہ اور وصال کے بعد بھی آپ کی مدد کرنا، آپ کی سنت کو سیکھنے اور سکھانے کے ذریعے زندہ کرنا (اور زندہ رکھنا) آپ کے اقوال وافعال میں آپ کی پیروی کرنا، آپ سے محبت کرنا اور آپ کی اتباع کرنے والوں سے محبت کرنا ہے۔ (ایضاً)

شارح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس جامع عبارت میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو رسول اکرم ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ کے دین کو سیکھنے اور سکھانے نیز اس پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ محض محافل سجانے کو محبت رسول ﷺ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں یوں دین کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کا بھی رد ہے جو سنت رسول ﷺ پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن تعظیم رسول اور محبت نبوی ﷺ کو کوئی حیثیت نہیں دیتے بلکہ بعض اوقات گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

گویا رسول اکرم ﷺ سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر ایمان لانے کے بعد آپ سے محبت (اختیاری محبت) اور آپ کی تعظیم بھی کی جائے۔ آپ کی سنت پر عمل بھی کیا جائے اور آپ کی تعلیمات کا علم بھی حاصل کیا جائے۔ نیز آپ کی اتباع کرنے والے لوگوں سے بھی محبت کی جائے۔

مسلمانوں کے آئمہ کے لئے خیر خواہی کا حکم بھی دیا گیا آئمہ مسلمین سے حکمران بھی مراد ہیں اور آئمہ اجتہاد بھی۔

آج کے دور میں حکمرانوں کے حوالے سے ہم دوہری پالیسی کا شکار ہیں جس کی وجہ سے امت مسلمہ نقصان اور خسارے میں ہے۔ ایک طبقہ حکمرانوں کی جائز و ناجائز ہر بات پر لبیک کہتا اور تعریف کے پل باندھتا ہے اور دوسرا گروہ ان کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھا ہے چاہے وہ درست سمت پر ہی کیوں نہ چل رہے ہوں۔ یہ رویہ انتشار امت کا سبب بن رہا ہے۔

اسی طرح آئمہ اجتہاد کے حوالے سے کچھ لوگ حسد اور بغض کا شکار ہیں۔ قرآن وسنت کی من مانی تشریح وتاویل کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ چاہے اس طرح وہ جمہور مسلمانوں کے خلاف کسی نئی فکر کی داغ بیل کیوں نہ ڈالیں۔ لیکن آئمہ اجتہاد کی فقہی کاوشوں کو تسلیم کرنے سے گریزاں ہیں بلکہ بعض آئمہ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض وعناد ایسے لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ان کی اپنی تاویل تو سنت کے خلاف نہ ہو اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کسی نئے دین کی بنیاد بن جائے۔

حضرت ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

مسلمان آئمہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہوں نے جو ذمہ داری اٹھائی ہے اس میں ان کی مدد کی جائے جب وہ غافل ہوں تو ان کو بیدار کیا جائے۔ ان سے نفرت کرنے والوں کو ان کی طرف متوجہ کیا جائے اور ان کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو نہایت اچھے طریقے سے ظلم سے باز رکھا جائے۔

آئمہ مجتہدین کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے علوم اور ان کے مناقب وفضائل کو پھیلایا جائے اور ان کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان پر شفقت کی جائے اور جو چیز ان کو نفع دے، اس کے لئے کوشش کی جائے، ان کو نفع بخش تعلیم دی جائے اور ان کو اذیت پہنچانے سے اپنے آپ کو روکا جائے۔ نیز آدمی جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے ان کے لئے بھی وہی پسند کرے اور جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرتا ہے ان کے لئے بھی ناپسند کرے۔

☆☆☆

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی ...... کی یاد میں

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

اس کو دیکھیں تو سادگی کا مرقع نظر آئے۔ اس سے بات کریں تو لفظوں کی مٹھاس روح کی گہرائیوں تک اتر جائے۔ اس سے معاملہ کریں تو وہ مہر و وفا میں ہمیشہ سبقت لے جائے۔ اس کے مرتبہ علم کی کھوج لگائیں تو وہ تفسیر و حدیث، شعر و ادب اور فلسفہ و کلام کی معدن نکلے۔ اس سے پوچھیں تو جواب دیتے ہوئے بھی وہ طلب علم کی جستجو کا اظہار کرے۔ عام زندگی میں مٹا مٹا اور سمٹا سمٹا سا دکھائی دے مگر توحید و رسالت، دین و شریعت اور تصوف و طریقت کے خلاف کوئی بات سن لے تو غیرت و حمیت اور عزیمت و استقامت کا پہاڑ بن جائے۔ علوم اسلامیہ پر پوری دسترس ہو علوم جدیدہ پر گہری نظر ہو، نظم و نثر اور تقریر و تحریر میں متاثر کن مہارت ہو۔ ہمہ وقت انجم دوستاں اس کے تعاقب میں ہو۔ دست بوسی اور کفش برداری کے لئے خدام موجود ہوں، شعراء اس سے اصلاح لیتے ہوں، علماء اس سے مشورہ کرتے ہوں۔ چھوٹے اور بڑے سب اس سے پیار کرتے ہوں، مگر نہ اس کی آواز میں تکبر ہو نہ لباس میں شوخی۔ نہ بول چال میں تکلف ہو نہ میل جول میں ظاہر داری، نہ باہر رعب داب ہو نہ گھر میں ٹھاٹ باٹ۔ عام سے کپڑے کی سادہ سی شلوار قمیض، سر پہ کپڑے کی ٹوپی، گھنی داڑھی کے حصار میں مطمئن اور مسرور چہرہ، تصورِ شیخ اور یادِ محبوب میں مستغرق ادھ کھلی آنکھیں۔ بس یہی اس کی پہچان ہو۔ کبھی وہ کلاس روم میں سخت گیر استاد کی طرح لیکچر دے رہا ہو اور کبھی کلاس روم سے باہر شاگردوں کا دوست بنا انہیں حبِ رسول ﷺ کا درس دے رہا ہو۔ کبھی وہ مسجد کے منبر پر بیٹھا سامعین کو پر جلال خطبے سے نواز رہا ہو اور کبھی نیاز مندوں کے جھرمٹ میں یوں جمال کی تصویر بنا بیٹھا ہو کہ استاد اور شاگرد، پیر اور مرید کی پہچان مشکل ہو۔ اس شخصیت سے ملاقات کا شوق جاگ اٹھے تو گورنمنٹ کالج شکر گڑھ کے صدر شعبہ اردو پروفیسر محمد حسین آسی سے مل لیجئے۔ یہی ہیں آج کے جدید عہد کے قدیم آدمی جنہیں ایک بار مل کر بار بار ملنے کا اشتیاق رہتا ہے۔ نقش لاثانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ علی پوری قدس سرہ النورانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی نسبت ہے۔ نگاہ مرشد نے انہیں کشتۂ عشق نبی ﷺ بنا رکھا ہے اور خود انہوں نے اپنے آپ کو در مرشد کا دیوانہ بنا رکھا ہے۔ عصر حاضر میں اپنے شیخ کریم سے جس قدر محبت و عقیدت حضرت آسی کو میسر ہے شاید ہی کسی دوسرے کو حاصل ہو۔

یہ وہ ایک تاثراتی سی تحریر تھی جو راقم الحروف نے اس وقت لکھی تھی جب کہ رشد و ہدایت کے مہرِ تاباں اور مہر و مروت کے ماہ کامل کی زندہ و تابندہ کرنیں ایک عالم کو منور کر رہی تھیں اور ابھی فنا کی وادی کے اس پار برزخ کے بادلوں کی اوٹ نے انہیں اپنی آغوش میں نہ چھپایا تھا۔ ایک زمانہ ان کا دیوانہ تھا۔ ایک جہاں ان کا مشتاق تھا۔ ایک عالم کی نگاہیں انہیں دیکھتی تھیں اور ایک دنیا کی سماعتیں کشکول بن کر ان کے سامنے پھیلی تھیں اس لئے کہ وہ اپنے محبوب آقا حبیب رب کائنات ﷺ کے حسن و جمال کی داستان سناتے تھے اور بے تکان سناتے تھے اور پھر خبر آئی کہ وہ نغمۂ شوق کہیں دور افق میں ڈوب گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے جمال رسول ﷺ سے سرمست ادھ کھلی آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گئیں جیسے دیدار رسول اور وصال محبوب کی منزل منتظر کو پا گئی ہوں۔ سماعتوں کے کشکول ابھی تک پھیلے ہوئے ہیں۔

نگاہیں ابھی بھی منتظر ہیں۔ اہل جہاں آج بھی ان کے لبوں سے جھڑتے علم و حکمت کے موتیوں کے تمنائی ہیں مگر وہ فنا کے پل سے گزرتے ہوئے وصال محبوب کے فیض سے بقا کی منزلوں پر فائز ہو چکے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
بوئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ سے میری دیرینہ نیاز مندی تھی۔ یوں تو رشتے میں وہ میرے چچا تھے لیکن میں نے انہیں ہمیشہ ایک شفیق استاد اور مہربان مربی کی صورت میں دیکھا۔ اور انہوں نے بھی کبھی مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہیں فرمایا۔ میرے شیخ کریم حضرت پیر محمد زاہد خاں موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے بعد سب سے بڑھ کر جنہوں نے فکر و شعور کی راہوں میں میری رہنمائی فرمائی وہ حضرت آسی ہی تھے ان کے وصال کے بعد اب یہ دنیا سونی سونی محسوس ہوتی ہے۔ ایک میں ہی نہیں بے شمار نوجوان طلباء، وکلاء، ڈاکٹر انجینئر، شاعر، ادیب، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے استاد جو ان سے بیعت تھے یا نہیں تھے مگر ان کی رہنمائی سے بہرہ مند تھے وہ سب اداس و غمگین ہیں۔ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشتاق ماہر معلم تھے پوری زندگی انہوں نے درس و تدریس میں گزاری۔ گورنمنٹ کالج شکر گڑھ سے وائس پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ ہزاروں طلباء نے ان سے تعلیم اور تربیت کا فیض پایا۔ وہ ستارہ شناس بھی تھے اور ستارہ گر بھی۔ وہ جوہری بھی تھے اور جوہر تراش بھی۔ دوران تدریس ان کی نگاہوں نے جس کسی میں بھی جوہر قابل دیکھا اسے فوراً اپنی آغوشِ تربیت میں لیا اور گوہر شاہوار بنا دیا۔ آپ خود بھی قدیم و جدید علم کے ماہر تھے شعر و ادب سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ صاحب طرز ادیب اور صاحب اسلوب شاعر تھے۔ مگر انہوں نے اپنی ذات کو ظاہری شہرت و عظمت کے گنبد میں بند نہ کیا بلکہ اپنے علم و فضل اور ذوق تربیت سے بہت سارے قابل نوجوانوں کو تصنیف و تحقیق کی راہوں پر ڈال دیا۔ انہوں نے خود کتابیں بھی تصنیف کیں مگر دوسروں کو کتابیں

تصنیف کرنے کے گر بھی سکھا دیے اور اب بہت سے ارباب بصیرت مصنف حضرت آسی کی چلتی پھرتی زندہ تصانیف نظر آتے ہیں۔ مادیت گزیدہ اور دین بیزار ماحول میں ان کا جنون تھا کہ انسانی قافلوں کو اسلام کے روحانی پیغام کی طرف دعوت دی جائے۔ تشکیک و لادریت کے اندھیروں میں علم و عرفان اور یقین کامل کی روشنیاں عام کی جائیں۔ مادہ پرستی کے مارے ہوئے بے یقین لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے آشنا کرنا ان کی تڑپ تھی۔ مغربی تہذیب کی غلامی پر مائل مسلم معاشروں کو تاریخ انسانی کے کامل ترین اور حسین ترین مدنی اور مصطفائی معاشرے کا پیروکار بنانا۔ ان کی جدوجہد تھی۔ مملکت پاکستان کو مملکت مدینہ کے روحانی فیضان سے انسانیت نواز، انصاف بخش اور امن پرور بنانا اور خوشحالی و ترقی کی راہوں پر ڈالنا ان کا خواب تھا۔ مناظرانہ موشگافیوں اور فرقہ وارانہ مجادلوں کی بجائے صوفیاء کرام کے طرز محبت کو فروغ دینا ان کا مطمح نظر تھا۔ ذات رسول کریم ﷺ سے عشق ان کے رگ و ریشے میں رچا ہوا تھا۔ اصحاب کبار، اہل بیت اطہار سے ان کو سچی محبت تھی۔ حضور سیدنا غوث الاعظم جیلانی، خواجہ خواجگان بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں والہانہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ ہے جب ایک فرقہ وارانہ تنظیم نے بیرونی سرمائے کے زور پر علاقے میں مسجدوں پر قبضے کا فساد شروع کیا اور ایک ماہنامے میں حضرت غوث الاعظم، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ شروع کی تو حضرت پروفیسر آسی صاحب نے شکر گڑھ جیسے چھوٹے قصبے سے ماہنامہ الحقیقہ جیسا عظیم اور کثیر الاشاعت مجلّہ جاری کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔ توحید و رسالت پر یقین کامل کی دعوت اور بزرگان دین کے پیغام محبت اور امن و سلامتی کا فروغ ان کے رسالے کا امتیاز تھا۔ ''الحقیقہ'' کے لئے انہوں نے بغیر کسی ملکی سطح کی تنظیم یا کسی مشہور و معروف مذہبی شخصیت کے تعاون کے دن رات ایک کر دیا۔ اپنے فقیر منش، خدا پرست عاشقان رسول ﷺ اور غلامان اولیاء ساتھیوں کی مدد سے انہوں نے چند ہی ماہ کی مساعی سے گستاخان رسول اللہ دشمنان اولیاء کی فکری یلغار کو پسپا کر دیا۔ الحقیقہ کی اشاعت سینکڑوں سے ہزاروں تک جا پہنچی اور پیٹرو ڈالرز کی مدد سے چلنے والے فکر گستاخ کے علمبردار رسالے کی اشاعت لاکھوں سے ہزاروں میں پہنچ گئی۔ نہ صرف یہ بلکہ مزارات اولیاء کو مسمار کر دینے کا شیطانی عزم لے کر اٹھنے والی دعوت کے لب و لہجے کی تندی میں بھی کمی آ گئی۔ مجلّہ ''الحقیقہ'' کے آغاز پر اپنے اداریے میں انہوں نے اپنے اغراض و مقاصد واضح فرمائے اور تمام اہل محبت کو دین حق کی ترجمان اور مسلک حب نبی ﷺ کی پاسبانی کی نصیحت و تلقین بھی فرمائی۔ انہوں نے لکھا ''جس دور میں ملت میں اتحاد و اتفاق کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اسلام کی بقا و استحکام کا اس پر بہت زیادہ انحصار ہے بڑی بے رحمی اور دریدہ دہنی سے انتشار پھیلایا جا رہا ہے اور انتشار پھیلانے والوں کا نشانہ پاکان امت ہی نہیں والی امت ﷺ بھی ہیں۔ ضرورت ہے کہ جو اسلام چودہ سو سال پہلے متعارف ہوا تھا اس کی حفاظت کی جائے اور اس نئے اسلام کی جو ڈیڑھ دو صدیوں سے میدان میں آیا ہے، حقیقت واضح کی جائے۔ اگرچہ علمائے اہل سنت نے اس معرکہ حق و باطل میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ تاہم اب ضرورت ہے کہ نئے سرے سے ایک ایک دلیل ناقص اور غلط فہمی کا پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ مجلّہ الحقیقہ کی اشاعت کا یہی پس منظر اور سبب ہے''۔ پھر بڑے پر جوش لہجے میں فرماتے ہیں' ہاں ہاں ہمیں اپنی بے سر و سامانی اور راستے کی دشواریوں کا پورا پورا احساس ہے مگر خدا، رسول خدا اور دیگر بندگان خدا کی گستاخیاں بھی برداشت نہیں ہوتیں، لہٰذا عقل مصلحت میں نہیں عشق خیبر شکن کو اپنا قافلہ سالار بنا کر ہم نے بھی بادہ پیمائی شروع کر دی ہے۔ بالیقین ہم بے سروسامان ہیں مگر ہمارا اللہ جل جلالہ قادر مطلق ہے۔ ہمارا نبی رحمۃ للعلمین ﷺ ہے۔ ہمارے سروں پر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ، داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور شاہ ولا ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور نقش لاثانی علیہم الرضوان کا دامان کرم ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلواۃ یوتون الزکوۃ وھم راکعون۔ (المائدہ)

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوتے ہیں۔''

یقیناً یہ روحانی نسبتیں کام آ گئیں اور بڑی جلدی ہی مجلّہ الحقیقہ کے اثرات پاکستان اور بیرون پاکستان تک پہنچ گئے۔ ضیغم اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی نے اپنے قلم کو ہر بار کے ذریعے عظمت توحید، شان رسالت اور اکرام ولایت کو اجاگر کر کے اپنے عشق دروں کا ثبوت بھی فراہم کیا اور گستاخ افکار کے مذموم مقاصد کا پردہ چاک کر کے ملت کی حق کی جانب رہنمائی بھی فرمائی۔ جب توحید خدا اور عظمت مصطفےٰ ﷺ کی بات آتی ہے تو ان کے لفظوں میں شبنم کا سا حسن و گداز اتر آتا ہے ان کا قلم عشق و عقیدت کے پھولوں پر مدح و ثنا کے شبنمی موتی یوں بکھیرتا ہے کہ پڑھنے والا ترمیوں اور رافتوں کے ساتھ ساتھ ان کی چمک اور خوشبو سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر جب کہیں سے کوئی گستاخ شان

رسالت اور وقارِ اولیا پر حملہ آور ہوتا ہے تو پروفیسر آسی صاحب کے قلم کا گداز فولاد میں ڈھل جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے الفاظ میں رجز پڑھتا ہوا یوں میدان میں اترتا ہے کہ گستاخ ٹولوں کی کالی سینا کانپتی ہانپتی پسپا ہو جاتی ہیں۔

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعداد سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ایسے حالات میں جب مذہبی رہنما بھی بلٹ پروف جیکٹوں اور کلاشنکوف بردار محافظوں کے بغیر ایک قدم نہیں چلتے تھے اور نام نہاد جہادیوں کی عسکری قوت سے خائف ہو کر ان کے خلاف بات کرتے ہوئے بھی ہچکچاتے تھے۔ اس مردِ خدا مست نے جان و مال کی پرواہ کئے بغیر اپنے وجود کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے ڈھال بنا لیا۔ جب ضلع نارووال، سیالکوٹ اور قرب و جوار کے دیہاتوں میں گستاخوں کے لشکر مسجدوں پر قبضے کر رہے تھے، زبردستی لوگوں سے چندے وصول کر رہے تھے، قربانی کی کھالیں چھین رہے تھے۔ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے شیرانِ اسلام جیسی تنظیم قائم کر کے اس افتراق و انتشار کے سیلاب کے آگے بند باندھ دیے۔ گورنمنٹ کالج شکر گڑھ سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے پیر و مرشد حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی روحانی رہنمائی میں نقش لاثانی نگر شکر گڑھ میں دینی تعلیم کی درسگاہ "نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی" کی بنیاد رکھی۔ اب ضرورت ہے کہ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ ان کی قائم کردہ دینی دانش گاہ، ان کے علمی و فکری ترجمان ماہنامہ الحقیقہ اور سماجی و فلاحی تنظیم شیرانِ اسلام کے تمام منصوبوں کو جاری رکھیں گے۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیضان یقیناً ان کی رہنمائی فرماتا رہے گا۔

بعض اہل دل کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ کامل پیر تو تلاش کرنے سے مل جاتے ہیں مگر آج کے دور میں کامل مرید ایک ہی تھا اور وہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اپنے شیخ کریم سے محبت میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ حضور شہنشاہ لاثانی حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری کی سوانح عمری انہوں نے "انوارِ لاثانی" کے نام سے تصنیف کی اور خوب تصنیف کی۔ جسے ان کے شیخ کامل نے بھی پسند فرمایا اور عوام میں بھی اسے بہت پذیرائی میسر آئی۔ یہ محض ایک سوانح عمری ہی نہیں بلکہ تصوف کے بارے میں اٹھائے گئے تمام منفی سوالات اور اعتراضات کا مدلل جواب بھی ہے اور اہل تصوف سے اخذِ فیض کرنے کی پر اثر دعوت بھی۔ اس لاجواب کتاب کا مقدمہ پاکستان کے نامور اہل قلم و دینی صحافت کے ادیب شہیر، شیریں مثال دانش ور پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدیر "جہانِ رضا" نے لکھا اور حضرت آسی کے فکر و فن کی عظمت و اہمیت بتاتے ہوئے تحریر فرمایا:

"ہمارے ہاں تبلیغ کرنے والے حضرات اکثر و بیشتر ماحول کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ ایک پڑھا لکھا ذہین نوجوان جو سائنس و فلسفہ کے ناتمام مطالعے سے دین و مذہب کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کس قسم کی تسکین کا محتاج ہے وہ جانتے ہی نہیں کہ موجودہ دور جو تہذیب و ثقافت کے بامِ عروج پر پہنچنے کے باوجود بدامنی کی زد میں ہے اسے اسلام کی کیا ضرورت ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا دستورِ رحمت اسے کس طرح تباہی سے بچا سکتا ہے، مگر الحمد للہ سرورِ عالم ﷺ کے کرم اور مرشد کامل کی برکت سے کتاب ہذا کا فاضل مصنف ان فتنوں سے آگاہ ہے۔ اس نے مسجد کا رخ تو کیا مگر ایک مسجد نہ بنا اور تہذیب جدید کا مطالعہ تو کیا مگر تہذیب کا فرزند نہ بنا۔ اپنی مختصر سی عمر کا بہت سا حصہ اس نے سکولوں کالجوں میں گزارا۔ یہاں اسے بڑے بڑے ذہین لوگوں سے پالا پڑا مگر شیخ کامل کی توجہ سے اس کا اپنا فکر ہی صراطِ مستقیم پر نہیں رہا بلکہ اس نے یونیورسٹی اور کالجوں کے کئی نوجوانوں کو بھی اس منزلِ مقصود کی طرف پھیرا ہے۔ مختصر یہ کہ پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ ایک روشن خیال مفکر اور تجربہ کار مبلغ بھی ہیں اور اس کتاب میں انہوں نے اپنی روشن خیالی اور تجربہ کاری کا خوب فائدہ اٹھایا ہے"۔

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کی عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی پختہ قلم کاری جو کسی خوبصورت گل کاری سے کم نہیں کا تعارف کروانے کے لئے جناب فاروقی نے جو اقتباس منتخب کیا ہے وہ جناب حضرت آسی صاحب کے جذبہ حبِ رسول ﷺ کا مظہر بھی ہے اور جناب پیرزادہ فاروقی صاحب کے حسنِ انتخاب کی دلیل بھی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"حضور اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی تشریف آوری سے کائنات کی جان میں جان آ گئی۔ زندگی دم توڑ رہی تھی اسے جینے کا حوصلہ مل گیا۔ انسانیت قریب الموت تھی اسے سکون و قرار آ گیا۔ اخلاق و کردار کی عظمت کے چراغ روشن ہوئے، حجر و شجر کے سامنے جبیں سائی کرنے والے اشرف المخلوقات کو اس کے اصل مقام پر فائز کر دیا گیا۔ ہاں ہاں یہ سیدنا عبداللہ ﷺ کے لختِ جگر اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر کے قدوم میمنت لزوم کی برکت تھی کہ کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے، توحید و ایمان

کے انوار سے شرق و غرب جگمگا اٹھے، خدائی جس انسان کی منتظر تھی اسے وہ مل گیا۔ انسان جس خدا کی تلاش میں تھا اس تک وہ پہنچ گیا"۔
حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور ہم عصر عقیدت مند جناب ڈاکٹر قمر تابش نے یوں ان کی عظمت کا اعتراف کیا۔

حضور سید خیرالوریٰ ہوں
میں جامی کی طرح محو ثنا ہوں
اسیر لذت حسن بیاں ہوں
مگر یارو میں آسی سا کہاں ہوں

ان کے ایک اور عالی قدر تلمیذ اور عظیم مصنف علامہ غلام مصطفیٰ مجددی نے لکھا:

شیخ کامل آسی عالی جناب
علم میں عرفان میں گردوں رکاب
لحظہ لحظہ وہ طلبگار رسول
بندہ بے دام دربار رسول
وہ شہ لولاک کا وصاف ہے
اس کی ہر منزل کا رستہ صاف ہے

دوسرے جو بھی کہیں مگر حضرت آسی اپنی عزت عظمت یوں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

کہتے ہیں اس کو سگ در آل رسول کا
آسی کا واقعی بڑا اونچا مقام ہے

☆☆☆

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

محمد دین سیالوی

علامہ محمد دین سیالوی ارض وطن کے معروف عالم دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دین مبین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانش حجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشوران ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زریں اور بامعنی تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔ (تیسرا حصہ)

44۔ حقیقة من قال لا اله الا الله دخل الجنة

حسن بصری را پرسیدند که چه گوئی درایں خبر که(من قال لا اله الا الله دخل الجنة)قال لمن عرف حدها وادی حقها.

جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا کی حقیقت

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے پوچھا کہ حدیث (جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جس نے اس کلمہ کی حد پہچانی اور اس کے حقوق ادا کئے۔

(روح البیان جلد ہفتم صفحہ ۳۵۷)

تبصرہ

مندرجہ بالا اور اس مضمون کی دیگر احادیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے ان احادیث کے مفہوم و مدعا کے حوالے سے اکثر لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہیں، ایک گروہ تو سرے سے ان احادیث کو نا قابل اعتبار قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی صرف کلمہ پڑھ کر (عملاً اسلامی زندگی اپنائے بغیر) جنت میں داخل ہو جائے جبکہ دوسرا گروہ انہیں احادیث کو معیار نجات سمجھتا ہے اور انہیں پڑھ کر اسلام کے بنیادی ارکان، ضروریات دین اور فرائض و واجبات کی اہمیت سے غافل ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے وہ پکا مومن ہے اور سیدھا جنت میں جائے گا اگر چہ اس کا عمل مومنوں والا نہ بھی ہو۔ یہ گروہ عوام کو احادیث کا یہ مفہوم بتا کر بے عملی کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اور ان کے ذہنوں میں ارکان اسلام اور حقوق و فرائض کی اہمیت کم کر رہا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں موقف افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ اب اسلام کا عنوان (نام) بن چکا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی دعوت ایمانی کو قبول کر لیا ہے اور اسلام کو اپنا دین (نظام زندگی) بنالیا ہے۔ جنت کی بشارت اسی مفہوم سے متعلق ہے اور اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر حدیث کا مطالعہ کریں تو ذہن میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے وہ مومن ہے چاہے وہ ضروریات دین میں سے کسی ایک یا زیادہ کا منکر اور انبیاء کرام کا گستاخ ہی کیوں نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے، مثلاً قرآن یا قیامت کو نہ مانے، اسلام کے علاوہ کسی اور نظریہ کو اپنا دین بنا لے یا انبیاء کا گستاخ ہو وہ شخص کروڑوں دفعہ کلمہ پڑھنے کے باوجود نہ مسلمان ہوگا اور نہ اس بشارت کا مستحق ہوگا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

چوں   بگویم   مسلمانم   بلرزم
کہ   دانم   مشکلات   لا   الہ   الا   اللہ

جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان ہوں تو لرز جاتا ہوں کیونکہ میں لا الہ الا اللہ کی مشکلات جانتا ہوں۔

45۔ ثمن التصوف

سمع ابراهيم بن أدهم شيخان من المتصوفين يتجادلان فقال لأحدهما:

لقد ضاعت حياة الزهد بينكما ، لا بد أنكم حصلتم عليها بأبخس الأثمان، ولهذا السبب لم تقدروها حق قدرها

فسخر منه الدرويش وقال:

(ما هو هذا الثمن؟هل دفعت أنت ثمن كونك درويشا؟)

فقال ابراهيم :يا أخي!لقد دفعت ثمنا للتصوف وهو مملكة بلخ، ومع ذالک فقد اعتبرت هذا الثمن رخيصًا

تصوف کی قیمت

حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ نے دو بوڑھے صوفیوں کی باہم بحث و تکرار (تو تو، میں میں) سنی تو ان میں سے ایک سے فرمایا:

(تم نے زندگی بھر کا زہد ضائع کر دیا، لگتا ہے یہ زہد تمہیں مفت میں ہاتھ آ گیا تھا اسی لئے تم نے اس کی قدر نہیں کی)

درویش نے حضرت ابراہیم بن ادھم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

(زہد کی کیا قیمت ہے؟ اور کیا تم نے اپنی درویشی کی قیمت ادا کی؟)

آپ نے فرمایا: (ہاں اے میرے بھائی! میں نے تصوف کی قیمت ادا کی ہے اور وہ بلخ کی سلطنت ہے (جسے چھوڑ کر میں نے زہد اختیار کیا) اور پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ درویشی مجھے مفت میں ملی ہے) (طریقۃ الصوفی صفحہ ۳۰۹)

تبصرہ

مول اگر بک جائے ہستی
جنس محبت پھر بھی سستی

(ساغر صدیقی)

46۔ رکعتان خفیفتان

قال بعض اھل العلم: رکعتان خفیفتان مقتصد تان فی تفکر وتدبر وتفھم لما یقولہ ویفعلہ، خیر من قیام لیلة والقلب ساہ فی أودیة الدنیا

ہلکی پھلکی دو رکعتیں

بعض اہل علم نے کہا ہے: ہلکی پھلکی درمیانے درجے کی دو رکعتیں جو غور وفکر اور اپنے اقوال وافعال جو سمجھتے ہوئے ادا کی جائیں پوری رات کے ایسے قیام سے بہتر ہیں جس میں دل غفلت سے دنیا کی وادیوں میں پھرتا رہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۱۳)

تبصرہ

حدیث شریف میں ہے (لا صلوة الا بحضور القلب) نماز وہی ہے جو حضوری قلب کے ساتھ ادا کی جائے، نماز کی فرضیت کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ نہاں خانہ دل کو محبوب حقیقی کے تصور سے آباد کیا جائے، قیام، رکوع، سجود اور قعدہ نماز کی ظاہری علامات ہیں عبادت نہیں ہیں، جو چیز ان حرکات وسکنات کو عبادت بناتی ہے وہ توجہ الی اللہ اور اتباع رسول ہے۔ رکوع اور سجود میں ظاہری اعضاء کے ساتھ دل نہ جھکے تو یہ عادت کہلا سکتی ہے، عبادت نہیں۔ کھانا حاضر ہو اور اس کی شدید خواہش بھی ہو، قضائے حاجت کا شدید تقاضا ہو یا کوئی اور ایسی صورت درپیش ہو جس سے دل بٹتا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ پہلے وہ حاجت پوری کی جائے پھر نماز پڑھی جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ پر کسی نے اعتراض کیا کہ تم کہتے ہو: بھوکے کے سامنے کھانا حاضر ہو اور ادھر نماز کھڑی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے، اس کا مطلب ہے کہ تم کھانے کو نماز پر ترجیح دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس کا کھانا بھی نماز بن جائے یہ نہ ہو کہ اس کی نماز بھی کھانا بن جائے، یعنی یہ کہ اگر کھانا پہلے کھائے گا اور کھانے کے دوران دل نماز کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کا کھانا بھی نماز شمار ہوگا لیکن اگر نماز پہلے پڑھے اور دھیان کھانے کی طرف ہو تو نماز بھی نماز شمار نہیں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ جب نیند کے غلبے یا غفلت کی وجہ سے نمازی کو پتا ہی نہ ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے کیا کر رہا ہے؟

اس قول میں ایک اور اہم بات یہ ہے کہ ہمیں مقدار کی بجائے معیار یعنی Quantity کی بجائے Quality پر توجہ دینی چاہئے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں تعداد نہیں اعتقاد کو دیکھا جاتا ہے۔ احادیث میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کوئی صحابی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حقیری چیز صدقہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ اسے خوشی اور شکریہ کے ساتھ قبول فرما لیتے ہیں کیونکہ اس کے پیچھے پاکیزہ جذبات اور پرخلوص نیات کی دولت ہوتی ہے، دوسری طرف کچھ لوگ سونے کی ڈلیاں لے کر آتے ہیں لیکن آپ ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ صورتیں، مال ودولت اور سجدے نہیں دیکھتا وہ تو دل کی نیت دیکھتا ہے۔

47۔ صلاح القلب

ذکر العلماءُ أن صلاح القلب فی تسعة أشیاءَ:

أولھا: قرأة القرآن بالتدبر والتفکر فیه وفیما صح عن النبیﷺ.

والثانی: تقلیل الأکل.

والثالث: قیام اللیل واحیاؤہ بالعبادة.

والرابع: التضرع عند السحر.

والخامس: مجالسة الصالحین.

والسادس: الصمت عما لا یعنی.

والسابع: العزلة عن أھل الجھل والسفه.

والثامن: ترک الخوض مع الناس فیما لا یعنی.

والتاسع:أكل الحلال وهو رأسها فانه ينور القلب ويصلحه،فأكل الحرام والمشتبه يصدي القلب ويظلمه ويقسيه وهو من موانع قبول الدعاء.

دل کی اصلاح

علماء نے کہا ہے کہ دل کی اصلاح نو چیزوں میں ہے:

تدبر اور تفکر کے ساتھ قرآن پڑھنا اور صحیح احادیث میں غور و فکر کرنا۔

کم کھانا۔

رات کو قیام کرنا اور اسے عبادت میں گزارنا۔

آہ سحر گاہی۔

نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا۔

فضول اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کرنا۔

جاہل اور بے وقوف لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنا۔

بیہودہ باتوں میں لوگوں کے ساتھ مشغول نہ ہونا۔

حلال کھانا اور یہ (اس مسئلہ میں) بنیاد ہے۔ یہ دل کو روشن کرتا ہے اور اس کی اصلاح کرتا ہے جبکہ حرام اور مشکوک کھانا دل کو زنگ آلود، تاریک اور سخت کرتا ہے اور دعا کی قبولیت میں مانع ہوتا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ١١٦)

48۔ نصيحة عيسى عليه السلام لحواريه

قال عيسى عليه السلام:يا معشر الحواريين ارضوا بدني ء الدنيا مع سلامة الدين كما رضي اهل الدنيا بدني ء الدين مع سلامة الدنيا.

عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے حواریوں کو نصیحت

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (صحابہ) سے فرمایا: (دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا کی ذلت پر راضی ہو جاؤ جیسے اہل دنیا، دنیا کی سلامتی کے ساتھ دین کی کمزوری پر راضی ہو گئے ہیں) (ارشاد العباد صفحہ ٩)

تبصرہ

اہل دین کو اپنے مشن کے لئے اہل دنیا سے کہیں زیادہ ثابت قدم اور مخلص ہونا چاہئے، لیکن بظاہر صورت حال اس کے خلاف جاری ہے، اہل دنیا اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس دنیائے دوں کے لیے ہر طرح کی قربانی دے رہے ہیں جبکہ اہل دین تذبذب کا شکار ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت حال کا تجزیہ بہت خوب کیا ہے، فرماتے ہیں:

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
اور بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

پہلے اہل دین مقتدا اور پیشوا ہوا کرتے تھے اور اہل دنیا ان کے پیچھے پھرتے تھے اور اسے سعادت مندی سمجھتے تھے، شاہی درباروں میں درویشوں کی بے نیازی کے چرچے تھے لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ اب اہل دنیا کی ناز برداریاں ہو رہی ہیں اور اہل دین نیاز مندوں کی صف میں کھڑے ہیں۔ بدنام زمانہ سمگلروں، ٹیکس چوروں اور شراب فروشوں کو محافل نعت اور دیگر پروگراموں میں سٹیجوں پر بٹھایا جاتا ہے بلکہ صدارتیں دی جاتی ہیں اور ان کے حضور سپاس نامے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر بڑے بڑوں کی رالیں ٹپکتی ہیں، یعنی دنیا کو چھوڑا تو ہے لیکن اس کی جدائی بہت ستاتی ہے۔

49۔ثلاثة اذا كن في مجلس فالرحمة عنهم مصروفة

عن حاتم الزاهد عليه الرحمة قال:ثلاثة اذا كن في مجلس:فالرحمة عنهم مصروفة:ذكر الدنيا ،والضحك، والوقيعة في الناس

جس مجلس میں تین چیزیں ہوں وہ رحمت سے محروم ہوتی ہے۔

حاتم زاہد علیہ الرحمۃ نے کہا:

جس مجلس میں تین چیزیں ہوں وہ رحمت سے محروم ہوتی ہے۔
دنیا کا ذکر۔
ہنسی اور بے ہودہ مذاق۔
لوگوں کی غیبت۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۶۵)

50۔ ان ضعفت عن ثلاث فعليک بثلاث قال الحکماء :ان ضعفت عن ثلاث ، فعليک بثلاث :ان ضعفت عن الخير فامسک عن الشر ، وان کنت لا تستطيع ان تنفع الناس فامسک عنهم ضرک، وان کنت لا تستطيع أن تصوم فلا تأکل لحوم الناس.

اگر تین کام نہیں کرسکتا تو تین (دوسرے) ضرور کر:
حکماء نے کہا ہے: (اگر تین کام نہیں کرسکتا تو تین (دوسرے) ضرور کر:
اگر نیکی نہیں کرسکتا تو کم از کم برائی سے تو رک جا۔
اگر لوگوں کو نفع نہیں پہنچا سکتا تو انہیں نقصان تو نہ پہنچا۔
اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو لوگوں کے گوشت کھانے سے تو رک جا (یعنی غیبت نہ کر)۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۶۶)

51 .نحن ضيوف واموالنا عارية

قال ابن مسعود رضي الله عنه :(ما أصبح أحد الا وهو ضعيف وما له عارية فالضيف مرتحل والعاية مردودة)وفي ذالک قيل:

وما المال والأهلون الا وديعة
ولا بديوما ان ترد الودائع

ہم مہمان ہیں اور ہمارے مال پرائی چیز ہیں:
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ہر آدمی یہاں مہمان ہوتا ہے اور اس کا مال واسباب مانگی ہوئی چیز ہے، پس مہمان نے واپس جانا ہے اور مانگی ہوئی چیز واپس کرنی ہے) (اس شعر میں) یہی مفہوم ادا کیا گیا ہے۔
ہمارا مال اور اہل وعیال امانتیں ہیں اور امانتیں ایک دن ضرور لوٹائی جائیں گی۔ (ارشاد العباد صفحہ 10)

تبصرہ

اس دنیا میں ہم چندروزہ مہمان ہیں اور ہمارا اصل گھر آخرت ہے، اس دنیا کا ساز وسامان ہمیں اسی انداز میں استعمال کرنا چاہئے جیسے مہمان، میزبان کا گھر اور اشیاء عارضی طور پر استعمال کرتا ہے، ہم نے کبھی ایسا نہیں سنا کہ مہمان نے میزبان کے گھر پر قبضہ جمالیا ہو اور اس کے ساز وسامان کا مالک بن بیٹھا ہو، مہمان کو جلد یا بدیر میزبان کا گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ اپنے اصلی گھر (آخرت) کو بھول چکے ہیں اور مہمان خانے (دنیا) پر فریفتہ ہو رہے ہیں اور اسی کو اپنا گھر سمجھ رہے ہیں، اسے ناوانی کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے، پنجابی میں ایسے موقع پر ایک ضرب المثل کہی جاتی ہے (اگ لین آئی تے گھر دی بن بیٹھی)

52۔ القلب واللسان هما أطيب شيء وأخبث شيء

قيل ان لقمان کان عبدا حبشيا، فدفع اليه سيده شاة وقال:(اذ بحها وأتني با طيب مضغتين منها)فأتاه بالقلب واللسان.
ثم بعد أيام أتاه بشاة أخرى وقال له:(اذبحها وأتني بأخبث مضغتين منها)فأتاه بالقلب واللسان.فسأله سيده عن ذالک فقال:(هما أطيب شيء اذا طابا وأخبث شيء اذا خبثا)

دل اور زبان سب سے بہترین بھی اور سب سے بدترین بھی

کہا گیا ہے کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے، ان کے آقا نے انہیں ایک بکری دی اور کہا: (اسے ذبح کرو اور اس میں سے گوشت کے دو بہترین ٹکڑے میرے پاس لے آؤ) وہ دل اور زبان لے آئے۔ کچھ دن بعد مالک نے ایک اور بکری دی اور کہا: (اسے ذبح کرو اور اس کے گوشت میں سے دو بدترین ٹکڑے میرے پاس لے آؤ) وہ پھر دل اور زبان لے آئے۔ مالک نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: (اگر سنور جائیں تو یہی دو سب سے اچھے اور اگر بگڑ جائیں تو یہی سب سے بدترین ہیں) (ارشاد العباد صفحہ ۱۱۶)

تبصرہ

انسانی جسم ایک چھوٹی سی سلطنت ہے اور اس سلطنت کا بادشاہ اور حکمران دل ہے۔ پوری سلطنت کا نظام بادشاہ کے گرد گھومتا ہے، جو نظریہ، سوچ اور مزاج بادشاہ کا ہوگا وہی رعایا کا بھی ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے وہ سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: (الا وهي القلب) سنو وہ دل ہے۔ زبان بھی انسانی اعضاء میں اسی اہمیت کی حامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ہر روز صبح سارے اعضاء جسمانی زبان کو کہتے ہیں کہ ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا) یعنی ہماری اصلاح اور بگاڑ تمہارے ساتھ وابستہ ہے، تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور تو راستے سے ہٹ گئی تو ہم بھی تیرے ساتھ جائیں گے۔

53۔ان الله يبغض ثلاثة نفر، ويبغضه لثلاثة منهم أشد:

أولها: يبغض الفساق، ويبغضه للشيخ الفاسق أشد.

والثاني: يبغض البخلاء ويبغضه للغني البخيل أشد.

والثالث: يبغض المتكبرين، ويبغضه للفقير المتكبر أشد.

اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے نفرت کرتا ہے اور ان میں سے تین سے بہت نفرت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاسقوں سے نفرت کرتا ہے لیکن بوڑھے فاسق سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے (کیونکہ بڑھاپا ذہنی پختگی کا دور ہوتا ہے اور اس میں شہوانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں لہذا اس عمر میں فسق بہت قابل نفرت ہے۔)

بخیلوں سے نفرت کرتا ہے لیکن مالدار بخل کرے تو اس سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے (کیونکہ مال و دولت کی کثرت سخاوت کا فطری سبب ہے۔)

تکبر کرنے والوں سے نفرت کرتا ہے لیکن فقیر اگر تکبر کرے تو اس سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے (مال و دولت اور عہدہ و اقتدار تکبر کا سبب ہیں جبکہ فقر عاجزی پیدا کرتا ہے لہذا فقر اور تکبر کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔) (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۸۴)

54۔ ان الله يحب ثلاثة نفر، وحبه لثلاثة منهم أشد

ان الله يحب ثلاثة نفر، وحبه لثلاثة منهم اشد:

اولها: يحب المتقين، وحبه للشاب التقي أشد.

والثاني: يحب الأسخيا. وحبه للفقير لسخي أشد.

والثالث: يحب المتواضعين، وحبه للمتواضع الغني أشد.

اللہ تین آدمیوں سے محبت کرتا ہے اور ان میں سے تین سے بہت محبت کرتا ہے۔

اللہ تین آدمیوں سے محبت کرتا ہے اور ان میں سے تین سے بہت محبت کرتا ہے:

پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے اور نوجوان پرہیزگار ہو تو اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ (کیونکہ جوانی میں کی جانے والی عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے)

سخی لوگوں سے محبت کرتا ہے اور فقیر اگر سخی ہو تو اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ (فقر سے ڈرا کر شیطان انسان کو سخاوت سے روکتا ہے لہذا فقیر کا سخاوت کرنا غیر معمولی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے۔)

اللہ عاجزی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور مالدار اگر عاجزی کرے تو اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ (مال تکبر اور غرور کا سبب ہے لہذا مال دار کا عاجزی کرنا معمولی بات نہیں) (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۸۴)

55۔ حب الدنيا نبع الشر

قال أبو امامة ﷺ: (لما بعث الله محمدا ﷺ، اتت ابليس جنوده فقالوا قد بعث نبي وأخرجت امة، قال أيحبون الدنيا قالوا: نعم، قال لئن كانوا يحبون الدنيا ما ابالي أن لا يعبدوا لأوثان، انما اغدو عليهم وأروح بثلاث، اخذ المال من غير حقه وانفاقه في غير حقه، وامساكه عن حق والشر كله من هذا نبع.)

دنیا کی محبت شر اور فساد کا منبع ہے

حضرت ابی امامہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو شیطان کے کارندے اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ایک

نیا نبی اور نئی امت مبعوث ہوئی ہے۔ ابلیس نے پوچھا کیا وہ دنیا سے محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ دنیا سے محبت کرتے ہیں ابلیس نے کہا اگر وہ دنیا سے محبت کرتے ہیں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں، میں صبح شام ان سے تین کام کراؤں گا۔

ناجائز طریقہ سے مال حاصل کریں گے

غلط اور ناحق جگہ مال خرچ کریں گے

جہاں خرچ کرنا صحیح اور حق ہوگا وہاں خرچ نہیں کریں گے اور یہی تین چیزیں شر وفساد کا منبع ہیں

(ارشاد العباد صفحہ ۱۰)

تبصرہ

شیطان اپنے اس مشن پر بڑی ثابت قدمی اور کامیابی سے عمل پیرا ہے اور ہم بھی اس کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں، مال کمانے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرنا تو بجا رہا ہم تو دین وایمان اور ملک وملت بیچنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ مال خرچ کرتے وقت بھی ہماری گنگا الٹی بہتی ہے، جہاں خرچ کرنے کا صحیح موقع ہو وہاں ہم کنجوس اور ''چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے'' کے فلسفہ کے قائل ہیں اور جہاں شریعت نے خرچ کرنے سے روکا ہے وہاں خوب داد سخاوت دیتے ہیں۔

56۔ الفرق بين المؤمن والمنافق

قال الحكماء: (افتخار العبد المؤمن بربه، وعزه بدينه. وافتخار المنافق بحسبه، وعزه بماله)

بندۂ مومن اور منافق میں فرق:

حکماء نے کہا ہے: (بندہ مومن اپنے رب پر فخر کرتا ہے اور دین کے ساتھ گہری وابستگی میں عزت سمجھتا ہے جبکہ منافق خاندانی شرافت پر فخر کرتا ہے اور مال میں عزت تلاش کرتا ہے) (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۸۶)

تبصرہ

حکماء کے مندرجہ بالا قول میں بندۂ مومن اور منافق کی عام فہم پہچان بتائی گئی ہے، مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے، اس کا بندہ ہونے پر فخر کرتا ہے اور احکام الٰہی کے ساتھ وابستگی اور ان کی بجا آوری میں عزت سمجھتا ہے، قرآن نے عزت وفضیلت کا یہی معیار بتایا ہے (ان اکرمکم عند الله اتقاکم) (الحجرات: ۱۳) تم میں سے حقیقی عزت والا وہ ہے جو اللہ کا بندہ ہے، اس سے ڈرتا ہے اور خلوص نیت سے اس کے احکام کی بجا آوری کرتا ہے، جبکہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ وہ خاندان حسب ونسب اور برادری پر فخر کرتا ہے اور مال ودولت میں عزت تلاش کرتا ہے۔ گویا بڑی برادری اور اونچے خاندان پر فخر کرنا اور مال ودولت کو عزت وشرف کا معیار بنانا منافقانہ روش ہے جو بندۂ مومن کے شایان شان نہیں۔

موجودہ دور میں مسلمان برادری ازم کی لعنت میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ خدا، رسول، دین اور مسلک سب کچھ برادری کے اشارۂ ابرو پر قربان ہو رہا ہے، بدقسمتی سے مساجد (جنہیں مسلم معاشرہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے) برادری ازم کی آماجگاہ بن چکی ہیں تقریباً ہر مسجد میں دو گروپ کے پس پشت اکثر برادری ازم اور علاقہ پرستی کی لعنت کارفرما ہوتی ہے جس کی اسلام میں قطعی اجازت نہیں ہے۔ مسجد میں جب کوئی نیا امام وخطیب مقرر ہوتا ہے۔ تو بھلے مانس قسم کے لوگ جو پہلی نصیحت کرتے ہیں وہ یہ ہوتی ہے کہ اگر یہاں رہنا ہے تو کسی برادری یا کمیٹی کا بن کر رہنا، یہاں خدا اور رسول سے وفاداری نہیں بلکہ کمیٹی کی تابعداری اور کسی برادری کی رشتہ داری میرٹ ہے۔ علم کے کتنے سمندر اور تقویٰ وپرہیزگاری کے پہاڑ برادریوں اور کمیٹیوں کی انا کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں، لفظ امام اپنا معنیٰ ومفہوم کھو چکا ہے، شریعت مطہرہ کی تبلیغ میں خطیب کی آزادی سلب (seize) کر لی گئی ہے، جب کمیٹی بدلتی ہے تو پہلی کمیٹی کے مقرر کردہ امام کو مصلیٰ امامت سے ہٹانا ان کے نزدیک اسلام اور امت مسلمہ کی سب سے بڑی خدمت ہوتی ہے۔ مساجد کو پانچ کر کے رکھ دیا گیا ہے، ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے لیکن کردار سکڑتا جا رہا ہے۔ مساجد جہاں سے کبھی کتاب وسنت کے علماء اور جدید عمرانی اور سائنسی علوم کے محقق تیار ہوتے تھے، وہاں کا نظام تعلیم اتنا ناقص ہے کہ بچے چھ سات سال پڑھنے کے بعد ناظرہ قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا، مدرس اور استاد کو ملازم سمجھ لیا گیا ہے، کمیٹی کے سامنے ان کی حیثیت تابع مہمل کی سی ہے، پوری زندگی فیکٹریوں میں کام کرنے والے دولت اور برادری کے زور پر کمیٹیوں کے کرتے دھرتے بن گئے ہیں (کسی کی توہین مقصود نہیں میں خود ایک مزدور کا بیٹا ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے اس جملہ کا مفہوم سمجھنے کے لئے اگلی عبارت پر توجہ دیں) اور نظام تعلیم (جس میں ان کا کوئی تجربہ ہی نہیں) پر طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ ''جس کا کام اسی کو ساجھے دوسرا کرے تو ٹھینگا باجے'' صرف محاورہ نہیں بلکہ

سالہا سال کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہے جسے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کمیٹیاں انتظامی معاملات میں حسن تدبیر کا مظاہرہ کرتیں اور تبلیغ دین اور تعلیم کے میدان میں ائمہ، خطباء اور مدرسین کو آزادی (Free hand) دی جاتی اور ان کے تجربات اور مہارت سے استفادہ کیا جاتا، اسی طرح علماء انتظامی معاملات میں ٹانگ اڑانے کی بجائے اپنے دائرہ کار (Field) میں اپنے جوہر دکھاتے، لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا۔

آخر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش خدمت ہے جو برادری ازم کے لئے موت کا پیغام ہے، شاید اسے پڑھ کر کسی مسلمان کو اخوت اسلامی کا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا شجرۂ نسب کیا ہے؟ یعنی تمہارا خاندانی پس منظر کیا ہے؟ آپ نے جو جواب دیا وہ بڑا ایمان افروز اور سبق آموز ہے، آپ نے فرمایا: میرا شجرۂ نسب یہ ہے: سلمان بن الاسلام بن الاسلام بن الاسلام ــــــ سلمان اسلام کا بیٹا اسلام کا پوتا اور اسلام کا پڑپوتا یعنی میں سرتاسر مسلمان ہوں، اسلام میری برادری ہے اور مجھے اسی پر فخر ہے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی تقریر میں کئی دفعہ (Quote) کیا ہے، گفتگو بڑی حسین بن جاتی ہے، سامعین عش عش کر اٹھتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ وابستگی (Connection) کی دل کھول کر داد دیتے ہیں لیکن پرنالہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی ، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی ﷺ دین بھی ، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
یوں تو سید بھی ہو ، مرزا بھی ہو ، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو ، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(علامہ اقبال)

57۔ الدخول فی الدنیا والخروج منها

قال الفضیل بن عیاض :(الدخول فی الدنیا هین والخروج منها هو الشدید)

دنیا میں داخل ہونا اور اس سے نکلنا

حضرت فضیل بن عیاض نے کہا ہے: (دنیا میں داخل ہونا آسان ہے لیکن اس سے نکلنا مشکل ہے)

(ارشاد العباد صفحہ ۱۰)

WWW.KITABOSUNNAT.COM

تبصرہ

ہم سوچتے ہیں کہ چند دن دنیا سے فائدہ حاصل کر لیں اور جوانی کے مزے لوٹ لیں، بڑے ہو کر دنیا چھوڑ دیں گے اور لذات وشہوات سے توبہ کر لیں گے، لیکن یہ بچگانہ سوچ ہے، حقیقت یہ ہے کہ

؎ چھٹتی نہیں ہے ظالم منہ سے لگی ہوئی

بری عادات اور نفسانی خواہشات کے ذائقے جب منہ کو لگ جائیں تو ان سے دامن چھڑانا ممکن نہیں رہتا، کہتے ہیں کہ زنجیروں کو توڑنا اور ان سے رہائی حاصل کرنا آسان ہے لیکن بری عادات اور دنیاوی لذات کے بندھن توڑنا مشکل ہے۔ لہٰذا بھلا اسی میں ہے کہ ہم شروع سے بری عادات اور دنیاوی لذتوں سے پرہیز کریں اور کسی آزمائش میں پڑنے سے بچیں۔

58۔ ما الخشیة؟

قال ابن جبیر علیه الرحمة :(الخشیة هی أن تخشی الله حتیٰ تحول خشیته بینک وبین معاصیه)

خشیت (الٰہی) کیا ہے؟

ابن جبیر علیہ الرحمہ کہتے ہیں: (خشیت الٰہی یہ ہے کہ تو اللہ سے اس طرح ڈرے کہ اس کا خوف تیرے اور اس کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے (یعنی اس کا خوف تجھے اس کی نافرمانی سے روک لے) (ارشاد العباد صفحہ ۱۱۸)

تبصرہ

خشیت الٰہی اور خوفِ خدا زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ عملی کیفیت کا نام ہے، کوئی شخص بے دھڑک (Fearlessly) حدودِ الٰہی کو توڑتا اور بے باکی (Boldness) سے نافرمانیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور ساتھ "انی خاف الله: میں اللہ سے ڈرتا ہوں" کا ورد اور دعویٰ بھی جاری رکھتا ہے تو وہ شخص جھوٹا اور دھوکہ باز ہے، اس کا عمل اس کے قول کے خلاف ہے، لیکن اگر کوئی شخص ہر قدم پر حدودِ الٰہی کی پاس داری کرتا ہے اور احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کا سوچ کر ہی اس کا جسم لرز جاتا ہے تو وہ خشیت کا دعویٰ اور اظہار نہ بھی کرے، عند اللہ متخشع اور متقی ہوگا۔ دانشوروں کا قول ہے "مشک آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" (مشک وہ ہوتا ہے جو خود لوگوں کے مشام جاں معطر کر کے اپنی پہچان کرائے نہ کہ عطار کو اس کی خوبیاں گنوانی پڑیں)، بالکل اسی طرح کردار وہ ہوتا ہے جو خود اپنا آپ منوائے اور نظر آئے نہ کہ بندے کو اس کے لئے دلیلیں دینا پڑیں۔ عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش نے بڑے اچھوتے انداز میں اس حقیقت کو پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

جس لے پھل بدھے ہوون آوے بور دمالوں

یعنی دل میں خشیت الٰہی کی کوئی رمق (Spark) موجود ہو تو اس کا اظہار انسان کے اخلاق و اعمال سے ہو جاتا ہے۔ آپ نے کسی شخص کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ آیا وہ نمازی ہے یا نہیں؟ تو اس بات کی قطعاً ضرورت نہیں کہ آپ نماز کے اوقات میں اس کا پیچھا کریں اور کھوج لگائیں کہ وہ مسجد میں جاتا ہے یا نہیں، بلکہ آپ معاشرے میں اس کے کردار کو دیکھیں اگر تو وہ فحش اور برے کاموں سے بچتا ہے، شریعت کے دیئے ہوئے حقوق و فرائض کے چارٹر کی پابندی کرتا ہے تو وہ نمازی ہے۔ ورنہ پانچ وقت مسجد میں جانے کے باوجود نمازی کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا چھوڑ دے بلکہ اپنے کردار کو بدلنے اور قرآن نے نمازی کا جو معیار بتایا ہے اس پر پورا اترنے کی کوشش کرے۔

59. علامات السعید

ان علامات السعید احدیٰ عشرة خصلة:

اولها: أن یکون زاهداً فی الدنیا، راغباً فی الآخرة.

والثانیة: أن تکون نهمته العبادة وتلاوة القرآن.

والثالثة: قلة القول فیما لا یحتاج الیه.

والرابعة: أن یکون محافظاً علی الصلوات الخمس.

والخامسة: أن یکون ورعاً فیما قل أو کثر من الحرام والشبهات.

والسادسة: أن تکون صحبته مع الصالحین.

والسابعة: أن یکون متواضعاً غیر متکبر.

والثامنة: أن یکون سخیاً کریماً.

والتاسعة: أن یکون رحیماً بخلق الله.

والعاشرة: أن یکون نافعاً للخلق.

والحادیة عشرة: أن یکون ذاکراً للموت کثیراً.

سعادت مند آدمی کی نشانیاں

گیارہ عادات سعادت مند آدمی کی نشانیاں ہیں:

دنیا سے منہ موڑنے والا اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔

عبادت اور تلاوتِ قرآن کا حریص ہو۔

غیر ضروری گفتگو نہ کرے۔

نماز پنجگانہ کی پابندی کرنے والا ہو۔

حرام اور مشتبہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس سے بچنے والا ہو۔

نیک لوگوں کی صحبت رکھنے والا ہو۔

عاجزی کرنے والا ہو اور متکبر نہ ہو۔
سخی اور شرافت والا ہو۔
مخلوق خدا پر مہربان ہو۔
مخلوق کو نفع پہنچانے والا ہو۔
موت کو کثرت سے یاد کرنے والا ہو۔
(تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۹۳)

60۔ علاماتُ الشقی

علاماتُ الشقی أیضا احدیٰ عشرة خصلة:
اولها: أن یکون حریصاً علی جمع المال.
والثانیة: أن تکون نهمته فی الشهوات واللذات فی الدنیا.
والثالثة: أن یکون فحاشا فی القول مکثارًا. والرابعة: أن یکون متهاونا فی الصلوات.
والخامسة: أن یکون أکله من الحرام والشبهات وصحبته مع الفجار.
والسادسة: أن یکون سیی ء الخلق.
والسابعة: أن یکون مختالاً، متکبرا، فخورا.
والثامنة: ان یمنع منفعته عن الناس
والتاسعة: أن یکون قلیل الرحمة للمسلمین.
والعاشرة: أن یکون بخیلاً.
والحادیة عشرة: أن یکون ناسیا للموت.

بدبخت آدمی کی نشانیاں
بدبخت آدمی کی علامات بھی گیارہ ہیں۔
مال جمع کرنے کا حریص ہوتا ہے۔
خواہشات نفسانی اور لذات دنیا کا دلدادہ ہوتا ہے۔
فحش اور فضول گفتگو کرنے کا عادی ہوتا ہے۔
نماز میں سستی کرتا ہے۔
حرام اور مشتبہ چیزیں کھاتا ہے اور اس کی سوسائٹی بری ہوتی ہے۔
بداخلاق ہوتا ہے۔
اترانے والا، تکبر کرنے والا، اور ناز نخرے والا ہوتا ہے۔
لوگوں سے اپنی منفعت روک لیتا ہے۔
مسلمانوں پر بہت کم رحم کھاتا ہے۔
بخیل ہوتا ہے۔
موت کو بھولا ہوا ہوتا ہے۔
(تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۹۴)

61. من الکیسُ؟

قال النبی ﷺ: (الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنیٰ علی الله الأمانی)
عقل مند کون؟
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو فرمانبردار بنائے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات

نفس کی پیروی کرے اور اللہ سے جھوٹی امیدیں رکھے) (ارشاد العباد صفحہ ۱۱۹)

تبصرہ

لوگوں نے عقل ودانش کے اپنے اپنے معیار وضع کر لئے ہیں اور ہر شخص عقلمند ہونے کا مدعی ہے، کسی کے نزدیک عقلمندی اور دانائی یہ ہے کہ آدمی مال ودولت کے انبار لگالے، دنیاوی آرام وآسائش کے سارے ذرائع جمع کرلے، کوئی کہتا ہے دانش مندی ڈگریاں حاصل کرنے اور علوم وفنون میں مہارت پیدا کرنے کا نام ہے، کسی کے نزدیک دانائی کا انتہائی معیار عہدہ واقتدار کا حصول ہے، علی هذا القياس ہر شخص کے ذہن میں دانائی اور حکمت کا ایک تصور موجود ہے، ان خود ساختہ تصورات کے خالقوں کی خدمت میں عرض ہے کہ:

اے بلبل شوریدہ سر نالہ ہے تیرا خام ابھی
کچھ دیر سینے میں اسے تھام ابھی

عقل سلیم والی بات وہ ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء اور رسل لے کر آئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذين يذكرون الله قياما وقعودًا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموت والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنك فقنا عذاب النار

(عقلمند وہ ہیں) جو کھڑے، بیٹھے اور پہلو پر لیٹے (ہر حال میں) اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں اور (جب) آسمان وزمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں (تو کہہ اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ عبث اور) باطل نہیں پیدا کیا، تو تمام عیبوں سے پاک ہے پس تو ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے (آل عمران:۱۹۱)

ایک حدیث مبارکہ تو وہ ہے جس پر یہ تبصرہ لکھا جارہا ہے، اس مضمون پر دوسری حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں، یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، ارشاد نبوی ہے:

رأس الحكمة مخافة الله

حکمت ودانائی کی پہچان اور اعلیٰ ترین معیار خوف الٰہی اور فکر آخرت ہے۔

جو شخص ذکر وفکر آخرت خوف خدا اور زمین وآسمان کی تخلیق میں تدبر وتفکر کی نعمت سے محروم ہے، وہ ڈگریوں کا بوجھ اٹھائے پھرے، علوم وفنون میں ماہر اور امیر کبیر ہوا کرے، دانا اور عقلمند نہیں کہلا سکتا، بہادر شاہ ظفر تو کہتے ہیں ایسے شخص کو آدمی کہلانے کا بھی حق نہیں حکیم ودانا ہونا تو بڑی بات ہے۔

ظفر آدمی کو اس کو نہ جانئے گا، ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم وذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

(بہادر شاہ ظفر)

62۔ ان الدنيا والآخرة ضرتان

ان الدنيا والآخرة ضرتان ان رضيت احداهما سخطت الاخرى.

وقيل: أكثر الناس ضحكا في الدنيا، أكثر هم بكاء في الآخرة وأكثر هم بكاء في الدنيا، أكثر هم ضحكا في الآخرة.

دنیا اور آخرت دونوں سوکنیں ہیں

دنیا اور آخرت دونوں سوکنیں ہیں ایک راضی ہو تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے اور کہا گیا ہے جو دنیا میں بہت زیادہ روتا ہے آخرت میں بہت ہنسے (خوش وخرم ہوگا) اور جو دنیا میں بہت زیادہ ہنستا ہے آخرت میں بہت زیادہ روئے گا (غمگین ہوگا)۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۹۷)

تبصرہ

دنیا اور آخرت دریا کے دو کنارے ہیں جو باہم اکٹھے نہیں ہو سکتے، ایک کا وصال دوسرے کے ہجر (جدائی) کو مستلزم ہے۔ مندرجہ بالا قول میں اسی حقیقت کو سوکنوں کے استعارہ سے سمجھایا گیا ہے، سوکنوں کا اختلاف فطری بھی ہے اور روایتی بھی۔ فطری اس لئے کہ

محبت ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں

اور روایتی اس لئے کہ مشاہدہ اور تجربہ یہی بتاتا ہے کہ دو سوکنوں میں کبھی صلح نہیں ہو سکی۔ یہی معاملہ دنیا اور آخرت کا ہے۔

جس طرح دنیا اور آخرت کی ذوات میں تضاد ہے اسی طرح ان کی کیفیات بھی متضاد ہیں، دنیا کا اجالا آخرت کا اندھیرا اور دنیا کا اندھیرا

آخرت کا اجالا ہے۔ایک حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو قیامت کے دن اجالوں کی بشارت دے دیں جو رات کے اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر جاتے ہیں اور جو اندھیروں سے ڈرتے ہیں آخرت میں اندھیرے ہی ان کا مقدر بنیں گے۔آج جو لوگ آخرت کی فکر سے بے نیاز شاداں وفرحاں ہیں کل وہ خوف سے لرزاں وترساں ہونگے۔۔۔جن آنکھوں میں آج شوخیاں ہیں کل ان میں مایوسیاں ہوں گی۔۔۔آج جو لب خنداں ہیں کل وہ محوِ فغاں ہوں گے۔۔۔جن چہروں پر آج دنیا کی آسائشوں کی لالی ہے کل ان کی رنگت کالی ہوگی۔۔۔دنیا کے اغنیاء آخرت کے فقراء،اور دنیا کے مساکین جنت میں تخت نشین ہونگے۔امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة ومن شرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الآخرة ومن شرب في انية الذهب والفضة لم يشرب فيها في الآخرة“

”جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا،جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں جنت کی شراب سے محروم رہے گا اور جو دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھائے پئے گا وہ آخرت میں سونے اور چاندی کے برتن استعمال نہیں کر سکے گا“

مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا چیزیں جو اہل دنیا کے لئے ممنوع اور جنتیوں کے لئے خاص ہیں اگر کوئی شخص دنیا میں ان کو استعمال کرتا ہے اور توبہ کے بغیر مر جاتا ہے تو جنت میں چلا بھی جائے ان چیزوں سے محروم رہے گا۔

63۔ الدين شطران

اعلم أن الدين شطران :أحدهما ترك المناهي والآخر فعل الطاعات ،وترك المناهي هو الأشد ، فان الطاعات يقدر عليها كل أحد، وترك الشهوات لا يقدر عليها الا الصديقون ، ولذالک المهاجر من هجر ما نهى الله عنه والمجاهد من جاهد نفسه وهواه.

دین کے دو حصے ہیں

جان لو کہ دین دو حصوں پر مشتمل ہے:

☆ممنوع چیزوں کو چھوڑنا۔

☆ نیک کام کرنا۔

حرام چیزوں کو چھوڑنا مشکل بھی ہے اور اہم بھی،کیونکہ نیک کام ہر آدمی کر لیتا ہے لیکن گناہ اور شہوتوں کو چھوڑنا صرف صدیقوں کا کام ہے۔اسی لئے حقیقی مہاجر اسے کہا گیا ہے جو ایسے کام چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے اور حقیقی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس اور خواہشات کے خلاف جنگ کرے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۲۷)

تبصرہ

کھیت سے فصل لینے کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ اس میں بیج ڈال دیا جائے بلکہ اس سے پہلے کھیت کو تیار کرنا ضروری ہے۔فالتو گھاس اور جڑی بوٹیاں کاٹی جائیں،ہل چلا کر زمین کو خوب نرم کیا جائے،کیاریاں بنائی جائیں اور آخر میں نم پیدا کر کے بیج بویا جائے تو محنت نتیجہ خیز ہوگی ورنہ بیج بھی ضائع ہو جائے گا۔کسی دل میں نیکی کی فصل بونا ہو تو اس کا بھی یہی طریقہ ہے،پہلے فاسد عقائد اور برے اعمال کی جھاڑیاں کاٹیں،توبہ واستغفار کے ہل چلا کر دل کی کھیتی نرم کریں اور آخر میں خوف خدا کے آنسوؤں سے اس میں نمی پیدا کریں۔اب زمین تیار ہے بیج بوئیں انشاء اللہ فصل خوب اگے گی اور خوب بڑھے گی،لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ جھاڑیوں کے اندر ہی بیج ڈال دیں تو پھر نتیجہ۔۔۔نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔۔۔ہوگا،یاد رہے بیج ڈالنا مشکل نہیں ہوتا مشکل کام فصل کو بیج کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے۔

مسلمان اس وقت ایک ناکام قوم کی حیثیت سے پیچھے جا رہے ہیں تعلیم،سیاست،معیشت،تہذیب وتمدن اور دیگر ہر میدان میں پسپائی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہم کھیتی تیار کئے بغیر بیج بونے کے عادی ہو چکے ہیں،شکست وریخت اور ناکامی کے بنیادی عوامل اور اسباب کا تجزیہ اور ازالہ نہیں کرتے،بس چند کھوکھلے اور عارضی نوعیت کے اقدامات کر کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں،اس طرح وقت،وسائل اور صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں اور نتیجہ صفر ہے۔

آخر میں مہاجر اور مجاہد کا ذکر ہوا ہے،ان دونوں کا ایک ظاہری معنیٰ ہے اور ایک باطنی۔یہاں باطنی معنیٰ مذکور ہے مہاجر اور مجاہد کی فضیلت اسی معنیٰ کے اعتبار سے ہے وراس میں بنیادی چیز ممنوع وناجائز کاموں اور خواہشات نفسانی کو چھوڑنا ہے۔

64۔ لعن رسول الله المتشبهين والمتشبهات

عن ابن عباس قال: (لعن رسول الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال)
نبی کریم ﷺ نے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔ (رواہ البخاری)

تبصرہ

بحیثیت انسان مرد اور عورت ایک نفس سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں برابر ہیں لیکن خالق نے ان کی ساخت اور بناوٹ میں واضح فرق رکھا ہے اسی فرق کے پیش نظر اسلام نے مرد اور عورت کے دائرہ کار کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے، اسلامی تہذیب میں عورت کا طرز زندگی مرد سے بالکل جدا ہے اور وہ اس کی فطری ضروریات کے عین مطابق ہے، عورت کی چال ڈھال اور لباس صرف عورت کو زیب دیتا ہے اور مرد کا مرد کو۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے حسن و ادا، خاص قسم کی نزاکت، دلربائی اور دلکشی عطا کی ہے۔ اپنی اسی نسوانیت کو اجاگر کر کے عورت مرد کا دل جیت سکتی ہے۔ تہذیب مغرب نے مرد اور عورت کے فطری بعد کو ختم کر دیا ہے۔ مغربی عورت مرد سے مساوات اور برابری کے حقوق حاصل کرنے کے شوق میں اپنی فطری دل فریبیوں، نسوانی حسن و ادا اور رعنائیوں سے محروم ہو چکی ہے۔ اس زنِ مذکر کے لئے مرد کے دل میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ دوسری طرف جو مرد زنانہ روپ اختیار کر رہے ہیں وہ مردانہ وقار سے محروم ہو رہے ہیں۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ عورتیں باریش مردوں کا کچھ لحاظ رکھتی ہیں لیکن کلین شیو اور رنگین پوش مردوں کے ساتھ وہ بے خطر گھل مل جاتی ہیں کیونکہ وہ انہیں اپنی ہی جنس سمجھتی ہیں۔ مردوں کا رویہ بھی اس سے ملتا جلتا ہے، باپردہ اور روایتی لباس میں ملبوس عورتوں کے احترام اور تقدس کا خیال رکھتے ہیں لیکن بے پردہ اور عریاں لباس پہننے والی عورتوں کے ساتھ کھل کھیلتے ہیں۔ مغرب کی نقالی میں ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو گل کھلا رہے ہیں۔ اس پر شاعر کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اب سنورنے کے نت نئے سامان بھی
مشرقی قوموں پہ مغرب کے یہ احسان بھی
عورتوں نے بال اپنے بوائے کٹ بنوا لئے
زلف میں مردوں نے اپنی پیچ و خم ڈلوا لئے
چشم نرگس، چشم آہو طاقِ نسیاں ہو گئیں
چار رنگ سے مزین ان کی مژگاں ہو گئیں
کالے بالوں پر سنہری چوٹیاں ڈالے ہوئے
ہاتھ کی چوڑی سے بڑھ کر کان کے بالے ہوئے
اب چمن کی سیر کو کہاں جاتے ہیں وہ
پھول بوٹے اپنے رخساروں پہ بنواتے ہیں وہ
مرد بھی کر رہے ہیں آج کل ایسا سنگھار
دیکھ کر مردانگی روتی ہے جس کو زار زار
شرٹ تنگی، پینٹ تنگی ، بال بکھرائے ہوئے
آج تھے ساحل پہ لڑکے سیر کو آئے ہوئے
بال شانوں تک بڑھے ہیں صرف اک پہچان ہے
آپ مونچھوں سے سمجھ سکتے ہیں کہ بھائی جان ہیں
کان میں بندے گلے میں چین ہاتھ میں کڑا
یا الٰہی وقت کیسا آج لڑکوں پہ پڑا
ان پہ سب نازل بلائیں آسمانی ہو گئیں

بعض لڑکوں کی تو باتیں بھی زنانی ہو گئیں
بے لباسی جب لباس آدمی ہو جائے گی
آدمیت سات پردوں میں کہیں کھو جائے گی

65۔ ثلاثة أشياء تقسي القلب

يقال:ثلاثة أشياء تقسي القلب :الضحک من غير عجب، والأكل بغير جوع،والكلام من غير حاجة

تین چیزیں دل کوسخت کردیتی ہیں

کہا جاتا ہے کہ تین چیزیں دل کوسخت کردیتی ہیں:

☆کسی حیران کن بات کے بغیر ہنسنا۔

☆بغیر بھوک کھانا کھانا

☆فضول گفتگو کرنا۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ۲۰۱)

66۔وبالپ کثرة الکلام

من كثر كلامه كثر سقطه، ومن كثر سقطه قل حيائوه، ومن قل حياؤه قل ورعه ، ومن قل ورعه مات قلبه ، ومن مات قلبه كانت النار أولىٰ به.

زیادہ بولنے کا برا انجام

جوزیادہ بولتا ہے اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں،جس کی غلطیاں زیادہ ہوں اس میں حیا کم ہوتی ہیں،جس میں حیا کم ہوجائے اس میں تقویٰ کم ہوجاتا ہے،جس کا تقویٰ کم ہوجائے اس کا دل مردہ ہوجاتا ہے اور جس کا دل مردہ ہوجائے وہ جہنم کا سزاوار ہے۔(تنبیہ الغافلین صفحہ۲۰۱)

67۔ احفظ لسانک من ثمانية أشيا

احفظ لسانک من ثمانية أشيا:

اولها:الكذب في الجد والهزل.

والثاني:الخلف في الوعد.

والثالث:الغيبة والنميمة والبهتان .

والرابع:المراءُ والجدال ومناقشة الناس في الكلام.

والخامس:تزكية النفس.

والسادس:اللعن والطعن

والسابع:الدعا على الخلق

والثامن:المزاحُ والسخرية والا ستهزا ء بالناس.

آٹھ چیزوں سے زبان کی حفاظت کرو

☆سنجیدگی اور مزاح میں جھوٹ بولنا۔

☆وعدہ خلافی کرنا۔

☆شیخی،لڑائی،جھگڑا اور لوگوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرنا۔

☆اپنی پاکیزگی بیان کرنا۔

☆لعنت کرنا،طعنہ مارنا۔

☆مخلوق خدا کے لئے بددعا کرنا۔

☆لوگوں کے ساتھ ٹھٹھا،مخول اور مذاق کرنا۔

(ارشاد العباد صفحہ۱۳۱)

68: من ترک التسعة وفق للتسوة

روی عن عبدالله ابن محمد العابد علیه الرحمة انه قال: من ترک التسعة وفق للتسعة
اولها:من ترک فضول النظر ،وفق للخشوع .
والثانی:من ترک الکبیر ،وفق للتواضع.
والثالث:من ترک فضول الکلام ،وفق للحکمة.
والرابع:من ترک فضول الطعام،وفق للحلاوة العباد.
والخامس:من ترک المزاح،وفق للبهاء.
والسادس:من ترک الضحک ،وفق للهیبة.
والسابع:من ترک الرغبة (فی اموال الناس) وفق للمحبة.
ولثامن:من ترک التجسس ،وفق لا صلاح عیوبه .
والتاسع:من ترک التوهم فی صفات الله ،وفق للنجاة من الشک والنفاق.

جو نو چیزوں کو چھوڑ دیگا اسے نو چیزیں عطا کی جائیں گی:

عبداللہ بن محمد عابد علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ جو آدمی نو باتیں چھوڑ دیگا اللہ تعالیٰ اسے نو باتوں کی توفیق عطا فرمائیگا۔
☆ جو فضول نظر بازی چھوڑ دیگا اسے خضوع وخشوع عطا کیا جائے گا۔
☆ جو تکبر چھوڑ دیگا اسے عاجزی عطا کی جائے گی۔
☆ جو فضول گفتگو چھوڑ دیگا اسے حکمت عطا کی جائے گی۔
☆ جو فضول کھانا چھوڑ دیگا اسے عبادت میں حلاوت (مٹھاس) عطا کی جائے گی۔
☆ جو مزاح چھوڑ دیگا اسے حسن وجمال عطا کیا جائے گا۔
☆ جو ہنسا چھوڑ دیگا اسے رعب ودبدبہ عطا کیا جائے گا۔
☆ جو (لوگوں کے مال میں) رغبت چھوڑ دیگا اسے محبت عطا کی جائے گی۔
☆ جو تجسس چھوڑ دیگا اسے اپنے عیوب کی اصلاح کی توفیق دی جائے گی۔
☆ جو اللہ کی صفات میں توہم پرستی چھوڑ دیگا اسے شک اور نفاق سے نجات عطا کی جائے گی

(تنبیه الغا فلین صفحه ۲۰۰)

69: انت از هد منی

اتی ملک الی زاهد فی الدنیا وقال له:(بلغنی شدة زهدک فا تیتک)فقال له :(الا ادلک علی من هو ازهد منی؟)قال:(بلیٰ)قال :(انت،لانی زهدت فی الد نیا الفانیه وزهدت انت فی الجنة الباقیه)

تو مجھ سے بڑا زاہد ہے

ایک بادشاہ ایک زاہد فی الدنیا (جو دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی تیاری میں لگا ہوا تھا) کے پاس آیا اور کہا: (میں تمہارے زہد کا چرچا سن کر تمہارے پاس آیا ہوں) زاہد نے کہا: (کیا میں تمہیں ایسا آدمی نہ بتاؤں جو مجھ سے بھی بڑا زاہد ہے؟) بادشاہ نے کہا: (کیوں نہیں) زاہد نے کہا: (تو مجھ سے بڑا زاہد ہے) کیونکہ میں نے فانی دنیا سے منہ موڑا ہے اور تم نے ہمیشہ رہنے والی جنت سے منہ موڑا ہے (یہ تربیت کا ایک انداز ہے ورنہ زاہد تو وہی ہے جو دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دے، آخرت کو بھولنے والا اور جنت سے منہ موڑنے والا غافل اور فریب خوردہ ہے)

(ارشاد العباد صفحہ ۱۳۶)

70.یا للعجب

الاول :لمن عرف ان الموت حق کیف یفرح؟
الثانی:لمن عرف ان النار حق کیف یضحک؟
الثالث : لمن رای تقلب الدنیا با هلها کیف یطمن بها؟
الرابع:لمن یعلمان القدر حق کیف ینصب؟

کتنے تعجب کی بات ہے۔

تعجب ہے!

☆اس پر جو جانتا ہے کہ موت حق ہے اور پھر خوش رہتا ہے۔

☆اس پر جو جانتا ہے کہ جہنم کا عذاب حق ہے اور پھر ہنستا ہے

☆اس پر جو دنیا کی اہل دنیا سے بے وفائی دیکھتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

☆اس پر جو جانتا ہے کہ تقدیر (جو مقدر ہے وہ ملے گا) حق ہے اور پھر (دنیا کی جہد وجہد میں) اپنے آپ کو تھکاتا ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۰)

تبصرہ

آج کل اگر کوئی شخص موت وآخرت اور دوزخ کے عذاب کو بھول کر دنیا کی رنگینوں میں گم ہو جائے تو ہمارے لئے یہ معمول کی کاروائی ہے لیکن ہمارے اسلاف کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا اور وہ سوچتے تھے کہ کوئی شخص اتنا نادان کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جانتے بوجھتے نافرمانی کی راہ اختیار کرلے اور غضب الٰہی کا سزاوار بنے۔

71: سل الا له اذا نا بتک نائبة

قال الخليفة هشام بن عبد الملک لسالم بن عبد الله بن عمر ﷺ عند الكعبة : (سلني حاجتک) فقال:(والله لا ستحي ان اسال في بيته غيره)

فلما خرج من المسجد قال هشام :(الا ن خرجت من بيت الله فا سا لني) فقال :من حوا يج الدنيا ا م الا خرة) فقال: (من حوا يج الدنيا) فقال سلم ﷺ :ماسالتها ممن يملكها ،كيف اسا لها ممن لا يملكها ؟)

سل الا اذا نا بتک نابة فهو الذى ير تجیٰ من عند ه الا مل فان منحت فلامن ولا كدر وان رددت فلاذل ولا خجل

جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو اللہ سے سوال کرو

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے کعبہ کے پاس سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے کہا:

(جو چیز ضرورت ہے مجھ سے مانگو) انہوں نے کہا: (بخدا مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ کے گھر میں کسی غیر سے مانگوں)

جب مسجد سے نکل گئے تو ہشام نے کہا: (اب اللہ کے گھر سے نکل گئے ہو اب تو مجھ سے مانگو) انہوں نے کہا: (حاجات دنیا کے بارے میں سوال کروں یا آخرت کے بارے میں) ہشام نے کہا: (حاجات دنیا کے بارے میں) حضرت سالم ﷺ نے جواب دیا: (میں نے اس سے نہیں مانگی جو اس کا مالک ہے تو اس سے کیسے مانگوں جو اس کا مالک ہی نہیں؟

شعر کا ترجمہ: جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو اللہ سے سوال کرو کیونکہ وہی ذات ہے جس سے امید لگائی جاتی ہے۔ پس اگر تجھے عطا کیا گیا تو نہ احسان جتایا جائے گا اور نہ تنگ کیا جائے گا اور اگر تجھے محروم لوٹا دیا گیا تو تو ذلیل ورسوا اور شرمندہ نہیں ہوگا۔ (ارشاد العباد صفحہ ۱۳۶)

72:ما الا نسا نية ؟

سئل احنف بن قيس :ما الا نسا نية ؟قال:(التواضع في الدولة ،والعفو عند القدر ،والعطا ء بغير منة)

انسانیت کیا ہے؟

احنف بن قیس سے پوچھا گیا کہ انسانیت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: (انسانیت مندرجہ ذیل چیزوں کا نام ہے)

☆دولت اور غلبہ کے ہوتے ہی عاجزی کرنا۔

☆انتقام کی قدرت ہوتے ہوئے معاف کردینا۔

☆عطا کرنا اور اس پر احسان نہ جتلانا

(تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۱۰)

✿✿✿

رسالت مآب ﷺ کی پیش گوئیاں

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

تحقیق و تحریر: صاحبزادہ محمد سعید بدر قادری
المعروف بہ سعید بدر

معجزات اور پیشین گوئیوں کا تمام ادوار اور تمام ازمنہ میں انبیائے کرام اور مرسلین سے صدور اور ظہور ہوتا رہا ہے اور اہل زمانہ نے دیکھا کہ یہ پیشین گوئیاں ہمیشہ حقیقت پر مبنی اور درست ثابت ہوئیں۔ جہاں تک پیش گوئیوں کے صحیح اور درست ہونے کا تعلق ہے، ضروری نہیں کہ وہ اسی وقت ظہور پذیر ہوں جب وہ کی گئیں، بعض اوقات ان کا صدور کئی برسوں کے بعد بھی ہوسکتا ہے اور فوراً بھی۔ دوسری بات یہ کہ پیش گوئی جب بھی کی جاتی ہے اس وقت عام لوگوں کے لئے اس پر یقین کرنا عقلی طور پر انتہائی مشکل ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد یہ خود بخود سچ ثابت ہوکر رہتی ہے۔

جس طرح خواب علامات نبوت میں سے ہیں اسی طرح پیشین گوئیاں بھی علامات نبوت میں سے ہوتی ہیں اور ان میں معجزاتی اثرات بھی پائے جاتے ہیں۔ جہاں تک عام منجمین اور فال نکالنے والوں کا تعلق ہے، ان کی پیشین گوئیاں بھی بعض اوقات کسی موقع پر جزوی طور پر پوری ہو جاتی ہیں لیکن یہ ہمیشہ اور کلی طور پر سچ ثابت نہیں ہوتیں۔ ان کے مقابلہ میں انبیائے کرام کی پیشین گوئیوں کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم اور وحی الٰہی پر ہوتی ہے اس لئے وہ بالکل صحیح اور درست ثابت ہوتی ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نبی کی طرف سے کی گئی کوئی پیش گوئی یا بشارت کبھی غلط ثابت ہوئی ہو۔

پیشین گوئیاں دو اقسام پر مبنی ہوتی ہیں، ایک وہ پیشین گوئیاں جن کا ذکر اور حوالہ قرآن حکیم میں آیا ہو اور دوسری وہ پیشین گوئیاں جن کا حوالہ احادیث صحیحہ میں ملتا ہے۔ یہاں پر ہم ان قرآنی پیش گوئیوں کا ذکر کریں گے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ یوں تو قرآن حکیم میں ان گنت پیشین گوئیاں موجود ہیں لیکن ہم ان میں سے زیادہ اہم پیشین گوئیوں کا ذکر کریں گے۔

(۱) روشن مستقبل کی پیشین گوئی:

آغاز اسلام کا دور ہے، ابھی صرف مشت بھر لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے جبکہ اس کے برعکس پوری قوم قریش اپنے اکابرین سمیت مخالفت پر اتر آئی تھی اور وہ مختلف طریقوں اور حربوں کے ذریعے مٹھی بھر اہل ایمان کو پریشان اور تنگ کر رہے تھے اور ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے حتیٰ کہ ان کا جینا تک حرام کر دیا گیا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہادیٔ اکرم حضور نبی کریم ورحیم کی ذات ستودہ صفات بھی کفار مکہ کے جور وجبر واستبداد اور ظالمانہ طرز عمل سے محفوظ و مامون نہ تھی۔ گویا شمع اسلام آغاز ہی میں ٹمٹمارہی تھی اور اسے خاموش کرنے کے لئے مفسدین اور تمام اہل شر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ مسلمان سخت مایوس اور مضطرب تھے۔ ایسے عالم میں قرآن پاک کی سورۃ الضحیٰ کا نزول ہوا جس میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا:

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ (الضحیٰ آیت نمبر۴)

''اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے'' (کنزالایمان)

اس آیہ مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو تسلی وتشفی دے کر بتایا کہ ''پریشان ومضطرب ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ مصائب ومشکلات کا موجودہ عرصہ عارضی ہے اور آخر کار اسے ختم ہو جانا ہے اور اس کے بعد آنے والا زمانہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ کرام کے لئے بہتر اور روشن ہوگا۔ اہل ایمان کی تعداد میں اضافہ ہوگا، ان کی قوت وحشمت بڑھے گی۔ قدر ومنزلت اور شان وشوکت بلند وبالا ہوگی، نہ صرف عربستان میں اہل ایمان کا اثر ونفوذ بڑھے گا بلکہ دیگر خطوں میں بھی ان کا بول بالا ہوگا۔

بعض مفسرین نے ''بعد کے دور'' سے آخرت اور عاقبت کا دور مراد لیا ہے اور ان کے خیال میں یہ دنیوی دور عارضی اور ناپائیدار ہے اور اس کے مقابلہ میں دور عاقبت زیادہ شاندار پائیدار اور بہترین ہوگا۔ اس آیت سے درج بالا یہ معنیٰ بھی لئے جاسکتے ہیں لیکن ان معانی کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے خیال میں اس آیت کریمہ سے دونوں ہی معانی مراد لئے جاسکتے ہیں اور دونوں ہی درست اور صحیح ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے جس کا ذکر امام طبرانی نے اپنی کتاب ''الاوسط'' میں اور امام بیہقی نے ''الدلائل'' میں نقل کیا ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے سامنے وہ تمام کامیابیاں اور کامرانیاں پیش کی گئیں جو میرے بعد میری امت مسلمہ کو حاصل ہونے والی ہیں۔ اس پر میں بہت خوش ہوا۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

''آپ کے لئے آخرت بہتر ہے۔''

یہ حدیث مبارکہ تائید کرتی ہے کہ درج بالا آیت مبارکہ سے دونوں معنیٰ مراد لینا بالکل درست اور صحیح ہے۔

(۲) غلبۂ دینِ متین کی پیشین گوئی:

امکان ہے کہ یہ پیشین گوئی پہلی پیشین گوئی کے ساتھ ہی کہی گئی کیونکہ یہ پہلی آیت کریمہ سے مربوط ہے۔ سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

''اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے'' (کنزالایمان)

نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش اور فضل و کرم کے دروازے کھل جائیں گے لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دوران میں ہی پورا ہوا اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے اندر ہی عربستان کا پورا خطہ آپ ﷺ کے زیرنگیں تھا۔ شمال میں سلطنت روما سے لے کر جنوب میں یمن تک اور مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحیرہ احمر تک توحید و رسالت کا پرچم لہرانے لگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں پہلی بار یہ علاقہ ایک آئین اور ایک قانون کے تحت ترقی کے زینے تہہ کرنے لگا۔ آخر کار ایک وہ وقت بھی آیا کہ جب اس نئی طاقت سے دنیا کی جس طاقت نے بھی ٹکر لی وہ پاش پاش ہوگئی اور روئے زمین سے اس کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔ نغمۂ توحید سے پورا خطہ گونجنے لگا۔ دنیا بھر کی تاریخ میں آپ کو ایسی نظیر اور مثال نہیں ملے گی کہ صرف ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک ''امی'' لقب نے عظیم الشان اور بے مثال انقلاب برپا کر دیا اور جو قوم منتشر و منقسم اور جاہلی رسوم و قیود میں غرق تھی وہ دنیا کو تہذیب و تمدن اور اخلاق کا سبق دینے لگی اور اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد اس قوم کے پھریرے مشرق و مغرب میں لہرانے لگے حتیٰ کہ ایران و فارس سے گزر کر اقصائے چین تک انہی توحید پرستوں کا حکم چلنے لگا۔

حیران کن امر ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں، اس وقت دور دور تک کہیں ایسی علامات بھی موجود نہیں تھیں کہ بے یار و مددگار اور ہر طرح سے بے سروسامان چند قدسی نفوس اس قدر وسیع و عریض علاقے میں بلاشرکت غیرے حکمران بن جائیں گے۔ اور لات و عزیٰ و ہبل کی جگہ توحید الٰہی اور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شوکت کے نغمے گائے جائیں گے۔

۳۔ شرحِ صدر:

سورہ الم نشرح بھی مکہ ہی میں نازل ہوئی اور سب جانتے ہیں کہ مکہ میں رسول مبین کا قیام شدید مصائب اور بدترین مشکلات کا دور تھا۔ ہر طرف مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے اور دائرہ اسلام میں آنے والے مسلمانوں بالخصوص حضرت بلال ؓ، حضرت صہیب ؓ جیسے غلاموں پر بے حد و حساب ظلم و ستم روا رکھے جا رہے تھے۔ ان حالات میں اس سورہ مبارکہ کا نزول ہوا۔

الم نشرح لک صدرک (الم نشرح آیت نمبر۱)

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا؟'' (کنزالایمان)

قرآن مجید میں شرح صدر یعنی سینے کھولنے کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے، غور کیا جائے تو ان کے دو معانی اور مفہوم سامنے آتے ہیں۔ سورہ انعام کی آیت ۱۲۵ میں ذکر ہے ''پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

اسی طرح سورہ زمر آیت نمبر ۲۲ میں آیا ہے کہ

''کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا گیا ہو اور پھر وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی میں چل رہا ہو۔''

ان ہر دو مقامات ''شرح صدر'' سے مراد ہر قسم کے ذہنی تردد اور خلجان سے پاک و صاف ہو کر اس بات پر پوری طرح مطمئن ہونا ہے کہ اسلام کا راستہ ہی حق و صداقت پر مبنی، سچا اور برحق ہے اور وہی عقائد، وہی اصول، تہذیب و اخلاق اور وہی ہدایات و احکامات درست اور صحیح ہیں جو رسول کریم و رحیم نے پیش کئے ہیں۔ سورہ شعراء آیت نمبر ۱۲، ۱۳ میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب عظیم پر سرفراز کیا اور خدائی کے دعویدار فرعون کی جابر و قاہر سلطنت کو ''چیلنج'' کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا:

''میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے۔''

اسی طرح سورہ طٰہٰ آیات ۲۵، ۲۶ میں مندرج ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

رب اشرح لی صدری و یسرلی امری

''اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے۔''

یہاں پر اس دعا میں ''سینے کی تنگی'' سے یہ مراد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت جیسے کار عظیم کا بار گراں سنبھالنے اور اکیلے ہی کفر د

باطل کی جابر حکومت سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ چنانچہ یہاں شرح صدر سے مراد یہ ہے کہ اس انسان کا حوصلہ بڑھ جائے۔ اس کی جرأت میں اضافہ ہو اور اس میں بڑے سے بڑے کام کی ہمت پیدا ہو بلکہ بڑی سے بڑی اور دشوار گزار مہم کو سر کر لینے کے سلسلہ میں اسے کوئی تامل یا تردد نہ ہو۔

بنظر غائر دیکھا جائے تو سورہ الم نشرح کی پہلی آیت میں "شرح صدر" سے دونوں مفاہیم مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینہ میں "نور معرفت" بھر دیا اور آپ ﷺ کو بے کراں ہمت، بے پناہ حوصلہ، بے حد وحساب جرأت اور طاقت سے نوازا اور آپ ﷺ کا سینہ کھول کر اس میں علوم باطنیہ یعنی علوم لدنی کا خزانہ جمع کر دیا۔ اور وہ حوصلہ، ہمت وجرأت، اولوالعزمی اور بے پایاں وسعت قلب ونظر عطا کی جس کی آپ ﷺ کو کفار مکہ کی طرف سے پیش آنے والی ان گنت مشکلات اور بے پناہ مصائب وآلام کا مقابلہ کرنے کے لئے ضرورت تھی۔ اس سے یہ امر بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کے سینے میں اپنے فضل وکرم سے حکمت ودانش کے خزانے جمع کر دیئے اور "وعلم الاسماء" کے اس مقام بلند سے آپ ﷺ کو سرفراز کیا جس کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے۔

بعض مفسرین ومحدثین نے شرح صدر کو معجزہ "شق الصدر" کے معانی میں لیا ہے اور اس آیت کو معجزہ شق صدر کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ شق الصدر کا یہ معجزہ احادیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے ایام طفولیت میں جب آپ ﷺ بکریاں چرا رہے تھے اور جنگل میں تھے۔ حضرت جبرائیل امین زمین پر تشریف لائے اور آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور پھر آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگا کر مضبوطی سے بھینچا۔ بہر حال اس واقعہ کی تفصیل متعدد احادیث میں موجود ہے وہاں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ غیر مقلدین اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں اور روایت کرنے والے حضرات پر طرح طرح کے اعتراضات عائد کر کے اپنے "انکار" کے لئے جواز پیش کرتے ہیں۔

(۴) بوجھ اتارنے کی پیش گوئی:

و وضعنا عنک وزرک ہ الذی انقض ظہرک

"اور ہم نے تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔

عربی زبان میں لفظ "وزر" کے معنی "بوجھ" کے بھی لئے جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس لفظ کے معنی "گناہ" بھی مراد لئے ہیں جو سراسر غلط ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اعلان نبوت سے قبل بھی نہایت پاکیزہ اور صاف ستھری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو "صادق اور امین" کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے تھے۔ کفار مکہ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ سورہ یونس آیت نمبر ۱۶ میں فرمایا گیا کہ "میں اس قرآن کو پیش کرنے سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں۔" آپ ﷺ کے اعمال اور کردار سب کے سامنے تھا، کچھ بھی مخفی نہ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ سے کسی گناہ کے سرزد ہونے کا احتمال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے لفظ "وزر" کے معانی "بوجھ" یا وزن ہی کے لئے جا سکتے ہیں۔ درحقیقت بوجھ سے مراد "رنج وغم اور فکر وپریشانی کا بوجھ ہے۔ یہ بوجھ ایک طرف قوم کی جاہلیت اور گمراہی میں مبتلا ہونے کی بنا پر تھا اور دوسرے اس قوم کے افراد "راہ ہدایت" قبول کرنے سے احتراز اور گریز کر رہے تھے جس کی وجہ سے آپ بے حد پریشان اور مضطرب تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے مشرکانہ رسوم اور باطل اوہام پر اکثر وبیشتر لوگ عمل پیرا تھے جس سے آپ ﷺ کا دل دکھتا اور کڑھتا تھا۔ بے حیائی، فحاشی اور اخلاق کی پراگندگی کے واقعات عام تھے۔ ظلم وجور کا بازار گرم تھا۔ طاقتور کمزوروں پر ظلم وزیادتیاں روا رکھتے تھے۔ کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہ تھی۔ ایسے مایوس کن حالات وواقعات میں آپ ﷺ کے ہمدرد اور غمگسار قلب وذہن اور دل ودماغ کا بوجھل ہونا امر لازمی تھا۔ اس امر کا ثبوت بھی قرآن مجید کی ان آیات میں موجود ہے جن میں کہا گیا ہے کہ

(۱) اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے تو شاید غم واندوہ کے مارے آپ ﷺ ان کے پیچھے اپنی جان ہی دے دیں گے۔ (کہف، آیت ۶)

(۲) "شاید ان کے ایمان نہ لانے پر آپ اپنی جان ہی دے دیں گے۔ (فاطر، آیت ۸)

(۳) ان لوگوں (کی حالت پر) افسوس میں کہیں آپ ﷺ کی جان ہی نہ جاتی رہے۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۸)

(۴) بے شک آ گئے ہیں تمہارے پاس رسول جو تمہیں میں سے ہیں۔ ان پر وہ چیز گراں گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے۔ وہ حریص ہیں تمہارے اوپر اور وہ ایمان والے پر تو بڑے ہی شفیق ہیں۔

ان آیات سے مشکلات اور مصائب کے اس بار گراں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو آپ کی کمر توڑ رہا تھا اور جس سے آپ بے حد رنجیدہ وکبیدہ اور افسردہ تھے۔ ان حالات میں سورہ الم نشرح کی آیات کا نزول آپ ﷺ کو حوصلہ دینے، آپ ﷺ کی ہمت بڑھانے ہی کے لئے نہ تھا

بلکہ بتایا جا رہا تھا کہ میں نہ صرف انعامات کی بارش کردوں گا بلکہ آپ کا ذکر چار دانگ عالم میں بلند کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ اس "بوجھ" کے اتر جانے کی پیشین گوئی کر رہا ہے کہ یہ سوہانِ روح بوجھ بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ آخر کار وہ وقت آیا کہ آپ ﷺ کے تمام فکر و غم ختم ہو گئے۔ ہر طرف کامیابیاں اور کامرانیاں آپ ﷺ کے قدم چومنے لگیں اور یہی دشمنانِ دین اہل مکہ آپ ﷺ کے پاؤں میں قدم بوس تھے۔ اس طرح غم و آلام کے اور رنج و اندوہ کے تمام بادل چھٹ گئے اور "تمام بوجھ" ختم ہو کر رہ گئے لیکن اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کافی وقت لگا، پندرہ بیس سال۔

(۳) ذکرِ نبی بلند کرنے کی پیشین گوئی

ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح۔۳)

"اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا"

(کنزالایمان)

یہ امر حیران کن ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مسلمان کی تعداد صرف انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی اور وہ بھی بے چارے مخالفین و مشرکین کے زیرِ عتاب تھے۔ ایسے میں "دنیا و جہان میں آپ ﷺ کے ذکر کی "بلندی" کی خوش خبری سنائی جا رہی ہے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ دور دور تک اس کے پورا ہونے کے نہ کہیں آثار تھے اور نہ علامات موجود تھیں۔ آثار یا علامات تو کجا، ایسا سوچنا اور قیاس کرنا بھی مشکل اور ناممکن تھا، بھلا یہ بعید از خیال و عقل اور دور از وہم و گمان دعویٰ کیسے پورا ہو سکتا تھا؟ دنیاداروں نے اس کا مذاق اڑایا اور پاگل پن قرار دیا۔ لیکن یہ سن کر اہل ایمان کا ایمان پہلے کے مقابلے میں بھی تازہ اور مضبوط ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا حوصلہ بھی بلند ہو گیا کیونکہ انہیں یقین کامل تھا کہ انشاء اللہ ایسا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنے حبیب لبیب ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی بلکہ اس کے پورا ہونے کے اسباب بھی پیدا کر دیئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایامِ حج میں عربستان کے مختلف علاقوں سے وفود حج کے لئے آتے۔ آپ ﷺ ان کے پاس جاتے اور انہیں پیغامِ حق سے آگاہ کرتے لیکن آپ ﷺ کے رابطہ سے پہلے ہی کفارِ مکہ از خود ان وفود کے سربراہوں سے مل کر انہیں بتاتے کہ "مکہ میں ایک خطرناک آدمی پیدا ہوا ہے جو لوگوں کو ان کے آباء اجداد کے دین سے گمراہ کرتا ہے وہ لوگوں پر ایسا جادو کرتا ہے کہ لوگ خود بخود اس کے دام خیال میں آ جاتے ہیں۔ اس لئے تم بچ کر رہنا"۔

کفارِ مکہ یہ "خدمت" سارا سال سرانجام دیتے کیونکہ ایامِ حج کے علاوہ زیارات یا تجارت کے لئے بھی لوگ مکہ آتے جاتے رہتے تھے لیکن مشرکین کی ان حرکات کا نتیجہ ہمیشہ برعکس نکلتا، آنے والے لوگ کفارِ مکہ کی یہ باتیں سن کر حیران و پریشان ہو کر اس "جستجو" میں مبتلا ہو جاتے کہ آخر یہ شخص ہے کون؟ جس کے پیچھے یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں کیوں نہ اس شخص سے مل کر پتہ کیا جائے کہ اصل صورت حال کیا ہے؟ لوگوں کے اس رویہ سے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے دین کی اشاعت و تشہیر خود بخود ہونے لگی۔ جو کام آپ ﷺ نہ کر سکے وہ مشرکوں نے خود بخود ہی کر دیا۔ مشرکین کا پراپیگنڈہ جس قدر بڑھتا گیا لوگوں کی جستجو اور تلاشِ حق کی خاطر ذوق و شوق اور دلچسپی میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوتا گیا۔

آپ ﷺ سے مل کر لوگوں کو جب آپ ﷺ کی اعلیٰ سیرت، بلند کردار اور حسنِ اخلاق کا پتہ چلتا تو وہ بہت متاثر ہوتے۔ جب وہ کلامِ الٰہی سنتے تو وہ اور بھی نرم دل ہو جاتے اور جب وہ دیکھتے کہ عملی طور پر اسلام قبول کرنے والے لوگ پہلے سے بہتر لوگ بن گئے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں انقلاب آ گیا ہے تو وہ اور بھی متاثر ہوتے۔ حتیٰ کہ زمانہ ہجرت تک تمام عرب قبائل کے کانوں میں آپ ﷺ کا پیغام گونجنے لگا اور ان میں سے اکثر لوگ دائرہ اسلام میں دل و جان سے داخل ہو چکے تھے۔ ہجرتِ نبوی کے بعد تو یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا اور قرآن حکیم کے مطابق یہ "ذکرِ نبی" ہر طرف پھیلتا ہی گیا۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وسیع و عریض ریگستانِ عرب میں ہر جگہ اسلام ہی کا طوطی بول رہا تھا۔ اہل یمن سے لے کر اہل شام تک نغمہ توحید اور ذکرِ رسول ﷺ بلند آوازوں سے گنگنا رہے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی یہ ذکر بلند اور ارفع ہونے کا سلسلہ جاری رہا اور آج تک جاری و ساری ہے۔ دنیا کا کوئی مقام، شہر، یا علاقہ ایسا نہیں جہاں "اذان" کی آواز دن میں پانچ مرتبہ نہ گونجتی ہو اور جس میں "محمد رسول اللہ" کا ذکرِ مبارک نہ ہوتا ہو بلکہ عہدِ جدید کے ماہرین نے بتایا ہے کہ گردشِ لیل و نہار کی وجہ سے کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب کہیں نہ کہیں "بانگِ اذان بلند نہ ہو رہی ہو اور اس سید کائنات و فخر موجودات کے اسمِ مبارک کا اعلان نہ کیا جاتا ہو۔

علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

در جہاں بانگِ اذاں بود است و ہست

''یعنی دنیا میں بانگ اذاں جاری وساری ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ رواں دواں رہے گا۔''

صرف بانگ اذان ہی میں نہیں بلکہ ہر نماز میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جا رہا ہے اور سلام پیش کیا جا رہا ہے، روئے زمین پر ہر قریہ، ہر قصبہ، ہر شہر اور ہر ملک میں یہ ذکر مبارک جاری ہے۔ پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ خطبات جمعہ میں آپ کی تعریف وتوصیف کی جارہی ہے۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں منعقدہ تقاریب میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ومبارک کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ نعت خوانی کی تقاریب میں شعراء آپ ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسالت مآب ﷺ کی تعلیمات وارشادات کی تشہیر وتوسیع کے لئے لاکھوں کی تعداد میں کتابیں اور پمفلٹ لکھے جا رہے ہیں۔ اخبارات ورسائل ایڈیشن شائع کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ''رفع ذکر'' ہی کے ذیل میں آتا ہے۔ کسی کتاب، جریدہ یا اخبار میں جہاں کہیں آپ ﷺ کا اسم مبارک لکھا جاتا ہے، اس کے ساتھ ﷺ کے الفاظ بھی لکھے جاتے ہیں۔ اسم مبارک کے زبان پر آتے ہی درود پڑھنا ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی حصہ ہے اور جو نہ پڑھے اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ نبی مختار محتشم ﷺ نے ایک بار فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میرا رب اور آپ ﷺ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا؟ یعنی رفع ذکر کیا؟ میں نے کہا کہ ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔''

یہ حدیث ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابونعیم نے بھی درج کی ہے۔

تاریخ عالم شاہد وعادل ہے کہ رفع ذکر رسول مقبول ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے بلکہ روز قیامت تک یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

انا اعطینک الکوثر
یعنی بشارت کوثر

ابن جریر کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل کی روایت ہے کہ جب نبی رؤف الرحیم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اہل قریش کا خیال تھا کہ اس اعلان سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ قوم قریش سے کٹ کر رہ جائیں گے ان کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا اور وہ بالکل ہی بے یار ومددگار ہو کر رہ جائیں گے۔ چنانچہ جونہی آپ ﷺ نے دعوت حق کا آغاز کیا تو کفار کہنے لگے ''بَتِرَ مُحَمَّدٌ مِنَّا'' یعنی حضرت محمد ﷺ اپنی قوم سے اس طرح کٹ گئے ہیں جیسے کوئی درخت اپنی جڑ سے کٹ جاتا ہے۔ اس کا انجام بالآخر یہی ہوگا کہ یہ درخت سوکھ کر خاک میں مل جائے گا۔'' محمد بن اسحاق کا کہنا ہے کہ مکہ کے سردار عاص بن وائل سہمی کے سامنے جب حضور پرنور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا کہ ''انہیں چھوڑ دو، وہ ابتر یعنی جڑ کٹے آدمی ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں، ان کی وفات کے بعد ان کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔'' اسی طرح شمر بن عطیہ کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی معیط بھی آپ ﷺ کے متعلق اسی قسم کی ناروا باتیں کرنے کا عادی تھا۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ کا یہودی سردار کعب بن اشرف مکہ آیا تو سرداران قریش نے اسے کہا ''بھلا! دیکھو تو سہی اس لڑکے کو جو اپنی قوم سے کٹ گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم لوگ حج، سدانت اور سقایت کے منتظم ہیں۔'' (بزاز) اس واقعہ کے متعلق عکرمہ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ اہل قریش نے آپ کے لئے ''الصُّنْبُورُ الْمُنْبَتِرُ مِنْ قَوْمِه'' کے الفاظ بھی استعمال کئے تھے جس کے معنی ہیں کہ ''کمزور، بے یار ومددگار اور بے اولاد شخص جو اپنی قوم سے کٹ گیا ہو'' (ابن جریر) ابن سعد اور ابن عساکر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ؓ ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم ؓ تھے، ان سے چھوٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور ان سے چھوٹے حضرت عبداللہ ؓ تھے۔ پھر ترتیب وار تین صاحبزادیاں، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان میں سے حضرت قاسم ؓ کا پہلے انتقال ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ ؓ نے وفات پائی۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا کہ ''ان کی نسل ختم ہوگئی، اب وہ ابتر ہیں۔ یعنی ان کی جڑ کٹ گئی۔'' بعض دیگر روایات میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ ابتر ہیں۔ ان کا کوئی بیٹا نہیں، جو ان کا قائم مقام بنے، جب وہ مر جائیں گے تو ان کا نام ونشان دنیا سے مٹ جائے گا اور ان سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق عبد بن حمید نے بتایا کہ اس موقع پر ابوجہل نے بھی کچھ ایسی قسم کی باتیں کی تھیں۔ شمر بن عطیہ سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ نبی اولین وآخرین کی اس رنج وغم کی کیفیت کے عالم میں بدباطن عقبہ بن ابی معیط نے بھی اسی

قسم کے خبث باطن اور کمینہ پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ عطاؒ کا بیان ہے کہ جب حضور ختم النبیین ﷺ کے دوسرے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ ؓ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کا چچا ابولہب خبر سنتے ہی دوڑتا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور بزعم خویش ان کو "خوش خبری" سنائی کہ "آج رات محمد ﷺ لاولد ہو گئے یا ان کی جڑ کٹ گئی۔"

یہ تھے وہ ناگفتہ بہ، نامساعد اور دل شکن حالات و واقعات، جن سے آپ ﷺ دوچار تھے۔ ظاہر ہے کہ کفار مکہ کے ایسے طعن آمیز اور دل دوز جملے سن کر آپ ﷺ کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ بڑے سے بڑا جی دار، دل گردے والا اور مضبوط اعصاب کا حامل انسان بھی ایسے موقع پر جی ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا مددگار، اور حامی و ناصر سارے جہان کا پالن ہار، قوت والا، عظمت والا، رب عظیم و کریم تھا ان پریشان کن اور سوہان روح حالات میں اس نے سورہ کوثر نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مختصر سورہ کے صرف ایک جملہ میں وہ خوش خبری سنائی کہ دنیا کے کسی انسان کو ایسی خوش خبری کبھی نہ دی گئی۔ یہیں تک بس نہیں بلکہ یہ بھی فیصلہ سنا دیا گیا کہ آپ ﷺ نہیں بلکہ آپ ﷺ کے تمام مخالفین "ابتر" ہوں گے اور ان کی جڑ کٹ جائے گی۔" یہ محض جوابی جملہ نہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن کے ذریعے دی گئی بہت بڑی بشارت اور پیش گوئی تھی۔ اس وقت تو لوگ آپ کو ہی ابتر سمجھ رہے تھے اور کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ امکان نہ تھا کہ مکہ کے بڑے بڑے سرداران قریش اور روسا "ابتر" ہو جائیں گے۔ یہ لوگ محض مکہ ہی کے سردار نہ تھے بلکہ پورے عرب میں نامور تھے۔ دولت و ثروت ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ عزت و مرتبہ میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ بیت اللہ کی پاسبانی کی وجہ سے دنیا بھر میں ان کا مرتبہ و مقام بلند تھا۔ تمام تجارت کے وہ واحد اجارہ دار تھے۔ غرض کہ وہ کسی طور پر بھی کمزور نہ تھے لیکن چند ہی برسوں میں صورت حال بدل گئی۔ جنگ بدر میں اگرچہ ان کے ستر آدمی مارے گئے جن میں ابوجہل اور عتبہ جیسے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے لیکن کون کہہ سکتا تھا کہ جنگ خندق میں محصور ہو کر مدافعت کرنے والے مسلمان صرف تین سال بعد مکہ پر غالب و فتح یاب ہوں گے۔ اب یہ ایسا وقت تھا کہ اہل مکہ کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا اور وہ بے بسی کے عالم میں حضور پرنور کے قدوم میمنت لزوم میں اپنے ہتھیار ڈال رہے تھے اور اس کے صرف ایک سال بعد پورا عربستان آپ ﷺ کے زیر نگیں تھا۔ آخر کار آپ ﷺ کو ابتر کہہ کر دکھ دینے والے روسا کا دنیا سے نام و نشاں ہی مٹ گیا۔ دنیا بھر میں اول تو ان کی اولاد یا ذریت موجود ہی نہیں اور اگر کہیں ہے بھی تو اپنے آباؤ اجداد کے ناموں سے موسوم نہیں کی جاتی۔ ان سے آج کوئی نہیں کہتا کہ وہ ابولہب، ابوجہل، عاص بن وائل، یا عقبہ بن ابی معیط جیسے اسلام دشمنوں کی اولاد میں سے ہے اور اگر کوئی شخص یہ جانتا بھی ہے کہ وہ ان کی اولاد سے ہے تو وہ اپنے آباء و اجداد کا نام لینے کی جرأت نہیں کرتا۔ اس کے برعکس حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر دنیا کے ہر خطے اور علاقے میں دن اور رات کے ہر حصے میں، لیل و نہار کے ہر لمحہ اور ہر لحظہ میں درود پڑھا جا رہا ہے اور سلام پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ درود و سلام صرف آپ ﷺ کی ذات مبارک ہی سے مختص نہیں بلکہ آپ ﷺ کی آل پر بھی جاری و ساری ہے۔ اربوں مسلمانوں کو آپ ﷺ سے نسبت پر فخر ہے۔ لاکھوں افراد اور خاندان آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کی اولاد سے قریب کی ہو یا دور کی نسبت کو باعث عز و شرف تصور کرتے ہیں۔ دنیا میں سید بھی ہیں، علوی بھی ہیں، ہاشمی بھی ہیں، عباسی بھی ہیں، صدیقی بھی موجود ہیں اور فاروقی و عثمانی بھی ہیں۔ زبیری بھی ہیں اور انصاری بھی، مگر نہیں ہے تو کوئی ابوجہلی نہیں، ابولہبی نہیں۔ تاریخ عالم نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے قرآن عظیم کی پیش گوئی حرف بحرف صحیح نکلی کہ "ابتر" حضرت محمد ﷺ نہیں بلکہ آپ ﷺ کے دشمن اور اعداء تھے اور اب تک ہیں بلکہ قیامت تک ابتر ہی رہیں گے۔ حتیٰ کہ بروز قیامت بھی ابتر و خاسر اور ناکام و نامراد ہی ہوں گے۔ حضور رسالت مآب ﷺ اسی انجام بد سے انہیں ڈرایا کرتے تھے لیکن ان پر اثر نہ ہوتا تھا۔

انا اعطینک الکوثر کا اُخروی پہلو

مسلم اپنی کتاب الصلوٰۃ اور ابوداؤد کتاب السنہ میں لکھتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا "وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز وارد ہوگی۔" اسی طرح امام بخاری نے کتاب الرقاق اور کتاب الفتن میں، مسلم نے کتاب الفضائل اور کتاب الطہارت میں، ابن ماجہ نے المناسک اور کتاب الزہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایات کے مطابق ارشاد فرمایا کہ "میں تم سب سے پہلے وہاں (حوض پر) پہنچا ہوں گا۔" اسی طرح امام بخاری نے کتاب الجنائز، کتاب المغازی اور کتاب الرقاق میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "میں تم سے آگے پہنچنے والوں میں سے ہوں گا اور تم پر گواہی دوں گا اور خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں گا۔

اسی طرح حضور ﷺ نے ایک بار اہل انصار سے بات چیت کرتے ہوئے فرمایا "میرے بعد تم کو خود غرضیوں اور اقربا نوازیوں سے پالا پڑے گا۔ اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آ کر ملو۔" مزید فرمایا کہ بروز قیامت میں حوض کے وسط کے پاس ہوں گا۔ حضرت ابو برزہ اسلمی سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے حوض کے بارے میں حضور نبی مکرم ﷺ سے کچھ سنا ہے تو انہوں نے کہا کہ ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں، چار نہیں، پانچ نہیں بلکہ بار بار سنا ہے جو اس کو جھٹلائے اسے حوض کا پانی پینا نصیب نہ ہو۔" (ابوداؤد، کتاب السنہ) غرضیکہ بروز قیامت حوض

کی موجودگی اور وہاں تک نبی اکرم ﷺ کی پہنچ اور رسائی نیز امت کے وہاں پر ورود کے بارے میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

حوض کوثر کی لمبائی یا طوالت اور وسعت کے متعلق بھی متعدد روایات موجود ہیں مگر زیادہ تر روایات میں اس کی لمبائی اسرائیل کی موجودہ بندرگاہ ایلات سے یمن کے شہر صنعا یا ایلہ سے عدن تک یا عمان سے عدن تک بیان کی گئی ہے اور یہ حوض چوڑائی میں ایلہ سے جحفہ تک پھیلا ہو گا۔ یاد رہے جحفہ، جدہ اور رابغ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق، مسند احمد مرویات حضرت ابوبکر صدیق، وعبداللہ بن عمر ؓ، ترمذی، ابن ماجہ)

ان روایات سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بروز قیامت اغلباً موجودہ بحر احمر ہی کو حوض کوثر میں بدل دیا جائے گا۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس حوض میں جنت الفردوس کی نہر کوثر سے پانی لا کر ڈالا جائے گا جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جنت سے دو نالیاں لا کر ڈالی جائیں گی جو اسے پانی فراہم کریں گی۔" (مسلم، کتاب الفضائل)

مزید براں سید کائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا اس حوض کا پانی دودھ اور بعض روایات کے مطابق برف اور چاندی سے زیادہ سفید ہو گا۔ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس حوض کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہو گی۔ اس حوض پر پانی پینے کے لئے اتنی تعداد میں کوزے اور پیالے رکھے ہوں گے کہ جس قدر آسمان پر ستاروں کی تعداد ہے۔

رسالت مآب ﷺ نے متعدد بار اس حوض کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اس ضمن میں بکثرت احادیث موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ خبردار کرتے ہوئے فرمایا "جو لوگ میرے بعد میرے طریقے (میری سنت) کو تبدیل کریں گے ان کو اس حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا"۔ یہ لوگ کس قدر بدنصیب ہوں گے۔

علامہ اقبال نے کہا ہے:

لست منی گویدت مولائے ما
وائے ما، اے وائے ما، اے وائے ما

"یعنی ہمارے آقا و مولا بروز قیامت یہ فرمائیں گے کہ "تم مجھ میں سے نہیں" گویا میری امت سے نہیں، تو اس وقت ہمارا کیا حال ہو گا، ہم پر افسوس اور لعنت ہے، ہم پر افسوس اور لعنت ہے، ہم پر افسوس اور لعنت ہے۔"

ابن ماجہ کی درج شدہ حدیث دردناک الفاظ میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ "خبردار رہو! میں تم سے آگے حوض پر پہنچا ہوں گا اور تمہارے ذریعے سے دیگر امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ خبردار رہو کہ کچھ لوگوں کو میں چھڑاؤں گا اور کچھ لوگ مجھ سے چھڑائے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ وہ فرمائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا نرالے کام کیے ہیں۔" حسن اتفاق سے رسول پاک ﷺ نے یہ الفاظ خطبہ عرفات کے موقع پر بھی ارشاد فرمائے تھے جن سے اس حدیث کی تائید مزید ہوتی ہے۔

اس حوض (کوثر) کے بارے میں احادیث کی تعداد پچاس کے قریب ہے اور تمام سلف صالحین نے حوض سے مراد حوض کوثر ہی لیا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کوثر کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔ اس کی مٹی مشک ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔" (مسند احمد، ترمذی، ابن جریر)

مسند احمد کی ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اس کی تہ میں کنکریوں کی بجائے موتی پڑے ہوں گے"۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جنت میں مجھے جو نہر کوثر عطا کی جائے گی اس کے کنارے سونے کے ہوں گے۔ وہ موتیوں اور ہیروں پر بہہ رہی ہو گی۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کا پانی دودھ یا برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے"۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

گویا رسالت مآب ﷺ پر نازل کیے گئے قرآن عظیم کی آیات میں جن پیشین گوئیوں کا آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اعلان فرمایا ان میں "کوثر کے عطا کرنے کی" پیشگوئی بھی شامل ہے اور یہ چند سال بعد حقیقت ثابت ہوئی اور اہل دنیا نے دیکھ لیا کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ سچ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

☆☆☆

پیر سید شمس الدین بخاری

زہد وتقویٰ کے پیکر، علم وعمل کے سنگم کی حسین تصویر، فروغ عشقِ رسول کے داعی، میدانِ خطابت کے بے تاج بادشاہ، یادگارِ اسلاف، پیر طریقت، رہبر شریعت، شمس العلماء حضرت پیر سید شمس الدین بخاری امیر جماعت اہل سنت پاکستان ضلع لاہور ایسی بارعب اور پرکشش شخصیت ہیں کہ خود بخود ان کے پاس بیٹھنے، ان کی باتیں سننے اور ان سے کسبِ فیض کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آپ کی زندگی عبادت وریاضت کی محنتوں سے منور ہے۔ بچپن سے تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کی پابندی، عقیدے کی پختگی اور عملِ صالح کا زیور آپ کی مبارک زیست کا طرۂ امتیاز ہے۔ کافی عرصہ سے آپ کا انٹرویو کرنے کی خواہش تھی جو پایہ تکمیل کو نہ پہنچ رہی تھی اب قسمت نے یاوری کی تو آپ سے وقت طے پا گیا اور ''دلیل راہ'' کے قارئین کے لئے ایک شریف النفس، صاحبِ زہد وورع شخصیت کا انٹرویو تیار ہوگیا۔ تو آیئے دیکھیں حق وصداقت کے علمبردار قبلہ بخاری صاحب کیا گفتگو فرماتے ہیں۔ (ابومحی الدین، منظور حسین اختر)

☆ دلیل راہ:۔ آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

✿ بخاری صاحب: 1946ء کے آخر میں موضع "جس"، تحصیل کہروڑپکا ضلع لودھراں میں میری پیدائش ہوئی۔

☆ دلیل راہ:۔ اپنے آباء واجداد کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

✿ بخاری صاحب: میرا تعلق صحیح النسب سید خاندان سے ہے۔ بخاری سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری اوچ شریف سے چلا، جن کا تعلق حضرت امام علی نقی سے ہوتا ہوا سیدنا امام حسین تک جا پہنچتا ہے۔ میرے آباء واجداد سب عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔ میرے والد صاحب کا نام حضرت پیر سید محمد حیات شاہ ہے۔ بچپن میں ہی اپنے آباء کی کتابیں اور فتاوی بھی دیکھے، بلکہ انہی کتب کو پڑھ کر عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔ مثلاً اپنے اجداد کی کتب میں سے ایک کتاب میں پڑھا کہ جو شخص سورہ مزمل جتنی زیادہ پڑھے گا اللہ کا عشق اسی قدر نصیب ہوگا، چنانچہ صرف اللہ کی محبت کے حصول کے لئے میں 41 مرتبہ روزانہ سورہ مزمل پڑھتا تھا۔

☆ دلیل راہ:۔ اپنی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں کچھ بتائیے؟

✿ بخاری صاحب: ناظرہ قرآن پاک والدہ سے پڑھا۔ پرائمری شاہ پور پھل بستی سے کی اور پھر کہروڑپکا میں میٹرک کیا۔ اس کے بعد کہروڑپکا میں معروف عالم دین حضرت مولانا محمد منظور (نواں جھنڈا والے) کے مدرسہ جامعہ غوثیہ میں درس نظامی موقوف الیہ تک پڑھا پھر دورہ حدیث شریف کے لئے لاہور آیا اور جامعہ نعیمیہ میں مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا معراج الدین اور مولانا غلام رسول سعیدی کی زیر نگرانی دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کے ہم مکتب وہم درس حضرات میں سے کوئی جسے آپ قابل ذکر سمجھتے ہوں؟

✿ بخاری صاحب: حضرت علامہ صاحبزادہ عتیق الرحمٰن آزاد کشمیر والے کے چھوٹے بھائی علامہ حبیب الرحمٰن محبوبی (جو آجکل انگلینڈ میں دینی خدمت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں) انہوں نے میرے ساتھ جامعہ نعیمیہ میں دورہ حدیث شریف مکمل کیا، اسی طرح معروف عالم دین مولانا سیف الرحمٰن (ہرنس پورہ) نے بھی میرے ساتھ دورہ حدیث شریف پڑھا۔

☆ دلیل راہ:۔ بچپن کے کوئی اور مشاغل یا کھیل وغیرہ جس میں آپ نے حصہ لیا؟

✿ بخاری صاحب: کھیل سے کوئی خاص شغف نہیں رہا گاؤں میں کبھی کبھی والی بال کھیل لیتے لیکن پڑھائی اور اوراد و وظائف کی طرف ہی زیادہ توجہ رہی، آپ حیران ہوں گے کہ بچپن سے ہی میں رات 2 بجے مسجد چلا جاتا اور صبح 10 بجے کے قریب مسجد سے گھر واپس آتا، تہجد، باجماعت فجر کی نماز، اشراق، چاشت اور دوسرے وظائف روزانہ کا معمول تھے۔ اس طرح کھیل کود کا وقت ہی نہیں ملا۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کا دور طالب علمی تعلیم وتعلم کے اعتبار سے بڑا زرخیز تھا آج کل کے علمی ماحول کے بارے میں آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

✿ بخاری صاحب: ہمارے دور طالب علمی میں تعلیم اور تربیت دونوں کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ ہمارے استاد رات کے وقت ہمیں چھپ کر دیکھتے کہ کون مطالعہ کرتا ہے، جو طالب علم مطالعہ کی بجائے سو رہا ہوتا صبح اسی سے سوال پوچھے جاتے اور جواب نہ دینے پر سرزنش کی جاتی۔ پڑھائی کا شیڈول اتنا سخت تھا کہ استاد فجر کی نماز درسگاہ میں پڑھتے اور نماز کے بعد اسباق پڑھانا شروع کر دیتے، 11 بجے ناشتہ کی چھٹی ہوتی، ظہر کے بعد پھر پڑھائی شروع ہو جاتی۔ اس طرح سخت محنت کے ساتھ ہمیں پڑھایا جاتا اور ہماری تربیت کی جاتی۔ آج ہمارے لئے المیہ ہے کہ استادوں کی عزت نہیں کی جاتی۔ ہمارے دور میں اساتذہ کا نام سن کر ہی طلباء سہم جاتے تھے۔ دراصل ادب نہ ہو تو علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ دلیل راہ:۔ بخاری خاندان کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔

✿ بخاری صاحب: بخاری سادات نسب کے اعتبار سے نجیب الطرفین ہیں، یعنی والدہ اور والد دونوں کی طرف سے سید ہیں۔ بخاری سادات جدھر بھی گئے دین کی خدمت کا کام ہی کیا اور حضور کی محبت کو عام کیا۔ کرمانوالہ شریف، کیلیانوالہ شریف اور خود حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ کو دیکھ لیں یہ سب بخاری سید ہیں۔

☆ دلیل راہ:۔ سید خاندان کے لوگ عموماً اپنے شجرہ نسب کی تحفیظ کا کام خاص اہتمام سے کرتے ہیں اس کی کوئی خاص وجہ؟

✿ بخاری صاحب: شجرہ نسب کی تحفیظ اسی لئے کی جاتی ہے تا کہ لوگ بناوٹی سید بن کر لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ دراصل حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے لوگ سیدزادوں کی عزت کرتے ہیں چنانچہ کچھ لوگ سستی شہرت اور جھوٹی عزت کے حصول کی خاطر جھوٹے سید بن جاتے ہیں۔ حالانکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق جو بندہ اپنا نسب بدلے اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کا شمار دورِ حاضر کے اعلیٰ خطباء میں ہوتا ہے یہ ارشاد فرمائیں کہ پہلی تقریر کب اور کہاں کی؟

✿ بخاری صاحب: پہلی تقریر تو یاد نہیں البتہ اتنا یاد ہے کہ کہروڑ پکا میں ہی جب چھٹے سال کا طالب علم تھا اسی وقت باقاعدہ خطابت شروع کردی تھی اور جمعہ پڑھایا کرتا تھا۔

☆ دلیل راہ:۔ آج کل بعض لوگ علم حاصل کیے بغیر ہی خطابت کے فرائض سنبھالے ہوئے ہیں ان کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

✿ بخاری صاحب: علم کے بغیر خطاب حرام ہے۔ اگرچہ خطابت ایک فن ہے۔ بعض لوگ اپنی چرب زبانی سے عوام میں مقبول ہو جاتے ہیں لیکن صاحبانِ علم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ شخص فلاں مقام پر غلطی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ دین کو نقصان پہنچاتے ہیں اور اکثر اوقات بھیانک غلطیاں کر جاتے ہیں جن کا خمیازہ ذمہ دار علماء کو بھگتنا پڑتا ہے۔ حضرت علی کا قول کتنا واضح ہے کہ جو شخص قرآن کی آیات کا شانِ نزول نہیں جانتا اور ناسخ منسوخ کا علم نہیں رکھتا اس پر خطاب کرنا حرام ہے۔

هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

''کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں''

☆ دلیل راہ:۔ کیا تقریر سے پہلے مطالعہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

✿ بخاری صاحب: مطالعہ کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے۔ اصولی طور پر بغیر مطالعہ کے خطاب کرنے میں غلطی کے امکانات ہوتے ہیں اس لئے مطالعہ ضروری ہے لیکن اگر ایسا موضوع ہو جس پر مطالعہ ہو چکا ہو اور موضوع پر عبور حاصل ہو تو اس وقت خصوصی مطالعہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کا اندازِ خطابت عام خطباء سے بالکل مختلف ہے کیا آپ خود کسی مقرر سے متاثر ہیں؟

✿ بخاری صاحب: جو لوگ صحیح علمی اور سنجیدہ گفتگو کرتے ہیں ان سے متاثر ہوتا ہوں۔ آج کے دور میں حضرت شاہ صاحب (سید ریاض حسین شاہ) سے سب سے زیادہ متاثر ہوں۔ ان کی خطابت انوکھی قسم کی ہے۔ علمی اور عوامی خطاب کی دونوں صفتیں اللہ نے ان کی خطابت میں جمع کر دی ہیں۔ میں آج تک کسی مقرر کی تقریر سننے کے لئے نہیں گیا لیکن شاہ صاحب کی تقریر سننے کے لئے اکثر اوقات چلا جاتا ہوں۔ دورِ حاضر سے پہلے علامہ عبدالغفور ہزاروی، غزالی زماں حضرت امام سید احمد سعید کاظمی اور مولانا منظور احمد فیضی پسندیدہ خطیب و عالم دین تھے۔ علامہ محفوظ الحق شاہ بوریوالہ اور نوجوانوں میں مفتی محمد اقبال چشتی اعلیٰ پائے کے خطیب ہیں۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کی زندگی کتابوں کے جہاں میں بسر ہوئی، کوئی کتاب جسے آپ بے حد پسند کرتے ہوں؟

✿ بخاری صاحب: ایسی تمام کتابیں جن میں حضور ﷺ، آپ ﷺ کی آل اطہار اور صحابہ کرام ﷺ کی عظمت و شان کا اظہار ہو، بھی اچھی لگتی ہیں۔ باقی رہا قرآنِ پاک تو وہ تو ام الکتاب ہے۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ لفظ کیا ہے؟

✿ بخاری صاحب: وہ الفاظ جو گستاخوں کی مذمت میں کہے جائیں اچھے لگتے ہیں۔ کلمہ طیبہ بھی ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ پہلے 'لا' کہہ کر جھوٹے معبودوں کی نفی کرو پھر 'الا اللہ' کہہ کر اثبات کرو۔ چنانچہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، آلِ اطہار، صحابہ، اولیاء کے گستاخوں کی مذمت کے لئے جتنے بھی الفاظ استعمال کئے جائیں سب پسند کرتا ہوں بلکہ میرے کچھ ایسے الفاظ خصوصی طور پر بہت مشہور ہوئے اور اکثر لوگ انہی الفاظ کے لئے تقریر سننے آتے ہیں۔ مثلاً ''موذیانِ ملک و ملت، فخرِ اہل لعنت و بدعت'' وغیرہ۔

☆ دلیل راہ:۔ رہنماؤں کی تاریخ میں کوئی رہنما جس سے آپ متاثر ہوں؟

✿ بخاری صاحب: ہمارے جتنے بھی دینی رہنما ہیں سب سے متاثر ہوں۔ خصوصی طور پر پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی اور اپنے مرشد سے بہت متاثر ہوں۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کا سلسلہ بیعت کہاں ہے؟

✿ بخاری صاحب: 1968ء میں سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی بزرگ حضور قبلہ پیر سید امام علی شاہ مہر آباد شریف سے بیعت ہوا۔ آپ بڑے صاحب علم بزرگ تھے۔ درجہ تخصص کے بعد طالب علم حضرت کے پاس پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے۔ آپ ہر علم پر عبور رکھتے تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ فرائض وسنت تو کجا کبھی مستحب بھی ترک نہ کیا۔ آپ کے مدرسہ میں 100 طالب علم پڑھتے تھے جنہیں آپ اپنے گھر سے ہی کھانا کھلاتے، مدرسہ کے لئے کبھی کسی سے چندہ نہیں مانگا گیا۔

☆دلیل راہ: حضرت سے عقیدت کن وجوہات کی بناء پر تھی؟

✿ بخاری صاحب: کچھ باتیں تو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دراصل میں حضرت قبلہ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام اور تقویٰ طہارت دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ آپ کی بیعت کا اپنا واقعہ بھی بہت عجیب ہے کہ آپ کسی اور پیر صاحب کی بیعت کرنے کے لئے جانا چاہتے تھے کہ رات کو خواب میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس آنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت گولڑوی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بابوجی قبلہ گولڑی کا عالم بھی یہ تھا کہ کبھی حضرت شاہ صاحب کے آگے نہیں چلے۔ حضرت صاحب کے پاس فتاویٰ آتے تو آپ فوراً حوالہ جات کے ساتھ فتاویٰ لکھ دیتے۔ کبھی کتابیں ڈھونڈنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ فتویٰ لکھ کر علماء کے پاس بھیجا جاتا جو مہر تصدیق ثبت کر دیتے۔ آپ کم کھانے کم سونے اور کم بولنے کی اعلیٰ عادت پر گامزن تھے۔ میرے والد صاحب جو کہ خود پیر تھے، صاحب سلسلہ تھے، انہوں نے بھی مجھے حکم دیا کہ میں حضرت امام علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کروں، ہمارے خاندان کے اکثر سادات حضرت کے ہی بیعت ہیں۔

☆دلیل راہ: آپ کو بیعت کرنے کی اجازت کب ملی؟

✿ بخاری صاحب: 1972ء میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے مجھے بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

☆دلیل راہ: پیر کے بیٹے کا پیر بننا کیسا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ پیر کا بیٹا لازمی طور پر پیر بنے؟

✿ بخاری صاحب: "پیری ایک منصب ہے" یہ کسی ذات کا نام نہیں کہ شیخ کا بیٹا کیسا ہی ہو شیخ ہی ہوگا، بٹ کا بیٹا بٹ ہی ہوگا، پٹھان کا بیٹا پٹھان ہی ہوگا۔ پیری وراثت میں نہیں ملتی، پرائمری سکول ٹیچر کے بعد اگر اس کا بیٹا پڑھا لکھا نہیں تو وہ پرائمری ٹیچر کی کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا، اسی طرح جس بیٹے میں اہلیت نہیں وہ پیر کے سجادہ پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ہاں اگر صلاحیت ہو تو پھر اس کا حق ہے۔

☆دلیل راہ: آپ کون کون سی خانقاہوں سے متاثر ہیں؟

✿ بخاری صاحب: آستانہ عالیہ مہر آباد شریف اور گولڑہ شریف کی خانقاہوں سے بہت متاثر ہوں۔

☆دلیل راہ: کچھ لوگ شریعت وطریقت کو علیحدہ علیحدہ تصور کرتے ہیں۔ ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

✿ بخاری صاحب: شریعت وطریقت لازم وملزوم ہیں۔ پیر کے لئے شریعت پر عمل ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتباع رسول کا حکم دیا ہے اور اتباع کے لئے متبع کا سامنے ہونا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا پیر اسی لئے ہوتا ہے کہ حضور کی مکمل اداؤں کو اپنا لیا جائے۔ پیر ہوتا ہی وہ ہے جو مکمل اتباع رسول ﷺ کرے

پیر کامل صورت ظل الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

☆دلیل راہ: کیا پیر کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے؟

✿ بخاری صاحب: پیر کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ کتابی نہ ہو۔ نظر اور اتصال اور صحبت سے بھی علم آتا ہے، یعنی غرض علم سے ہے طریقہ سے نہیں اصول دین اور فروغ دین کا علم ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے پیر کے لئے لازمی خصوصیات بیان کی ہیں کہ وہ صحیح العقیدہ، اصول وفروع کا عالم، علم پر عامل، کسی کامل کے ساتھ سلسلہ رکھتا ہو اور اپنے پیر کی جانب سے بیعت کی اجازت رکھتا ہو۔

☆دلیل راہ: کیا آپ نے کوئی مدرسہ بنایا ہے؟

۞ بخاری صاحب: طلباء وطالبات کے لئے حفظ وناظرہ کے تین مدارس میری زیرنگرانی چل رہے ہیں۔

(۱) جامعہ فیاض العلوم بیگم پورہ

(۲) جامعہ محبوب العلوم موضع اسماعیل پور

(۳) جامعہ نظامیہ معین الاسلام ضلع لودھراں دھنوٹ۔

☆ دلیل راہ:۔ کیا حدیث شریف پڑھانے کا موقع ملے تو پسند فرمائیں گے؟

۞ بخاری صاحب: پچھلے دنوں اتفاق مسجد میں منعقدہ دورہ حدیث شریف کے دوران حضرت شاہ صاحب (پیر سید ریاض حسین شاہ) نے حدیث شریف پڑھانے کا موقع عنایت فرمایا تھا، چنانچہ وہاں حدیث شریف پڑھائی۔ اب بھی اگرچہ گھریلو اور خطیبانہ معاملات میں بہت زیادہ مصروفیت ہے لیکن پھر بھی حدیث شریف پڑھانا سعادت سمجھتا ہوں اور شوق بھی رکھتا ہوں۔

☆ دلیل راہ:۔ قیام پاکستان سے اب تک حکمرانوں میں سے کوئی ایسا حکمران جس نے آپ کو متاثر کیا ہو؟

۞ بخاری صاحب: جن لیڈروں نے پاکستان بنایا ان سے ہر کوئی متاثر ہے کیونکہ وہ ہمارے محسن ہیں، انہوں نے نہایت خلوص سے اور بے لوث ہوکر ملک وملت کی خدمت کی لیکن ان کے بعد ہمارے پیارے وطن کو کوئی حکمران نصیب نہ ہو سکا جس سے ہم مطمئن ہوسکیں۔ کاش! کوئی ایسا حکمران آئے جس کے سر پر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا تاج سجے۔

☆ دلیل راہ:۔ اخبار بینی علماء کی ضرورت ہے۔ آپ کا پسندیدہ اخبار کونسا ہے؟

۞ بخاری صاحب: گھر میں نوائے وقت آتا ہے لیکن صرف سرخیاں ہی دیکھ سکتا ہوں۔

☆ دلیل راہ:۔ زندگی میں آپ کو بے شمار لوگ ملے کوئی ایسی ملاقات جسے آپ بھلا نہ پاتے ہوں؟

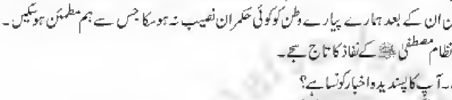

۞ بخاری صاحب: بہت سی ملاقاتیں ایسی ہیں جو یادگار ہیں خصوصاً اپنے حضرت صاحب اور دیگر بزرگوں کے ساتھ جنہیں بھلا نہیں سکتا اور جو میرا سرمایا آخرت ہیں۔

☆ دلیل راہ:۔ کوئی ایسا اجتماع جسے یادگار کہا جاسکے؟

۞ بخاری صاحب: 1978ء کو ملتان میں ہونے والی سُنی کانفرنس، میلاد مصطفےٰ کانفرنس رائے ونڈ وغیرہ یادگار اجتماعات تھے کیونکہ سب سُنی متحد تھے۔ اسی طرح 9۔ اپریل 2008ء کو راولپنڈی میں پُرخطر حالات میں ہونے والی سُنی کانفرنس جس میں لوگ گویا سروں پر کفن باندھ کر آئے تھے اور بڑے بڑے لوگ ڈر کی وجہ سے کہہ رہے تھے کہ ”ہم بے نظیر نہیں بننا چاہتے“۔ ان حالات میں سُنی کانفرنس کا انعقاد ہی جماعت اہل سنت کی قیادت کا ایمان افروز کارنامہ ہے۔

☆ دلیل راہ:۔ کوئی ایسی خواہش جو باوجود محنت اور کاوش کے پوری نہ ہوئی ہو؟

۞ بخاری صاحب: ایسی کوئی خواہش یاد نہیں جو پوری نہ ہوئی ہو لیکن کبھی بھی بڑی اور لمبی خواہشات کرنے کی عادت نہیں رہی۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کی زندگی کا خوش گوار ترین دن کون سا ہے؟

۞ بخاری صاحب: 1979ء میں جب پہلی مرتبہ مدینہ شریف حاضری ہوئی تو وہ دن زندگی کا سب سے زیادہ خوشگوار دن تھا۔ اسی طرح جس دن ہمیں سندِ فراغت ملی وہ دن بھی بہت یادگار ہے۔

☆ دلیل راہ:۔ تصوف اور اہل تصوف کے متعلق کچھ لوگ اعتراضات کرتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

۞ بخاری صاحب: تصوف سے مطلقاً ناواقف لوگ ہی ایسے اعتراضات کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک میں محکمات اور متشابہات آیات ہیں اور متشابہات کو سمجھنا ازبس دشوار ہے۔ اسی طرح اہل تصوف کے متشابہات اقوال وہی سمجھ سکتا ہے جس پر اللہ کا فضل ہو اور جو تصوف کی سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ بزرگانِ دین کے متعلق بے احتیاطی اور غیر ذمہ دارانہ باتیں ان کی تعلیمات سے نابلد اور بے وقوف لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ لاہور کب تشریف لائے اور یہاں کب سے جمعہ پڑھانا شروع کیا۔

✿ بخاری صاحب: سب سے پہلے تو تحصیل علم کے لئے لاہور آیا اور جامعہ نعیمیہ میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اس سے قبل کہروڑ پکا میں جمعہ پڑھاتا تھا۔ دورہ حدیث شریف کے بعد انہوں نے بہت زور لگایا لیکن وہاں نہ جاسکا۔ نولکھا تھانہ کی مسجد میں دوستوں کے اصرار پر جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ گویا 1976 سے لاہور میں جمعہ پڑھا رہا ہوں۔ اس دوران ایک سال تک ہر جمعہ کو کہروڑ پکا سے 400 کلومیٹر کا سفر طے کر کے لاہور میں جمعہ پڑھانے آتا رہا۔

☆ دلیل راہ:۔ کیا آپ ایک سے زائد مساجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

✿ بخاری صاحب: جی! میں 4 مساجد میں جمعہ کی تقریر کرتا ہوں اور یہ صرف اور صرف لوگوں کی محبت وعقیدت کی وجہ سے ہے۔ میں نے بارہا معذرت کی لیکن دوستوں کا اصرار ہے کہ صرف 10-15 منٹ کے لئے ہی تشریف لے آیا کریں، چنانچہ دوستوں کی محبت کی وجہ سے مجھے جانا پڑتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ میں نے زندگی بھر کبھی وظیفے اور پیسوں کی بات نہیں کی اور کبھی کوئی رقم طے نہیں کی۔

☆ دلیل راہ:۔ تحریر وتصنیف کے میدان میں آپ کی کاوش؟

✿ بخاری صاحب: تحریر کے اعتبار سے کمزور واقع ہوا ہوں۔ اگرچہ 1979.80 میں چھوٹا سا رسالہ ''الوسیلۃ العظمیٰ'' لکھا تھا جس میں حضور ﷺ کا پوری کائنات کا وسیلہ ہونا ثابت کیا تھا اس رسالہ کی تقریظ حضرت علامہ غلام رسول سعیدی (صاحب تفسیر تبیان القرآن) نے لکھی تھی، لیکن اس کے بعد تحریری میدان میں کوئی قابل ذکر کام نہ کرسکا۔

☆ دلیل راہ: تحریک قیام پاکستان اور اس کے بعد کی تحریکوں میں آپ کا کیا کردار رہا ہے خصوصاً تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ اور تحریک ختم نبوت میں؟

✿ بخاری صاحب: دینی ومذہبی ہر تحریک میں حصہ لیا۔ تحریک نظام مصطفےٰ کے وقت قومی اتحاد کی طرف سے کہروڑ پکا کا سینئر نائب صدر تھا۔ اس تحریک میں بہت کام کیا۔ ہم روزانہ چھ آدمیوں کی گرفتاری پیش کرتے۔ جس دن میں نے اپنی گرفتاری پیش کی تو انہوں نے تھوڑی دور جا کر مجھے چھوڑ دیا اور میں جیل نہ جاسکا۔ اسی طرح جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم سے ہر تحریک میں حصہ لیا اور اپنی بساط کے مطابق ملک وملت کی خدمت کا فرض پورا کرنے کی کوشش کی۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کے نزدیک اتحاد اہل سنت کی سبیل کیا ہے؟

✿ بخاری صاحب: ہر سنجیدہ فکر اور مخلص سنی کی دلی خواہش ہے کہ اہل سنت یکجا اور متحد ہوجائیں لیکن افسوس کہ ذاتی مفادات کی خاطر کچھ لوگ اتحاد نہیں ہونے دیتے کیونکہ اس طرح ان کی لیڈری ختم ہوجائے گی، بہرحال میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل سنت میں اتفاق واتحاد پیدا کرے۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کے خیال میں اتحاد بین المسلمین کا حقیقی تصور کیا ہے؟

✿ بخاری صاحب: اتحاد بین المسلمین یعنی مسلمانوں کے درمیان اتحاد ہونا چاہئے لیکن نام نہاد مسلمان اور حضور کے گستاخوں سے اتحاد ممکن نہیں، کیونکہ جنتیوں اور جہنمیوں کا کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا۔

☆ دلیل راہ:۔ اس وقت مسلمان سارے عالم میں پستی، ذلت اور زوال کا شکار ہیں اس دلدل سے نکلنے اور عظمت رفتہ کی بحالی کی کوئی صورت ہے؟

✿ بخاری صاحب: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو طریقے بتائے ہیں ان پر چلیں تو ہر قسم کی تذلیل وتحقیر ختم ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص متقی ہوجائے گا اسے ہر پریشانی سے نکال دوں گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیا جائے گا جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔ ہم نے غیر اسلامی کاموں کو دین بنا لیا اس لئے آج ہماری یہ حالت ہے۔ پوری دنیا میں عظمت وسلامتی کا حاصل کرنے کا راستہ فقط اور فقط حضور ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اتباع کا راستہ ہے۔

☆ دلیل راہ:۔ آپ کو پھول کون سا پسند ہے؟

✿ بخاری صاحب: گلاب اور چنبیلی

☆ دلیل راہ:۔ دیہاتی زندگی کو پسند فرماتے ہیں یا شہری کو؟

✿ بخاری صاحب: جہاں تقویٰ میسر ہو۔
☆ دلیل راہ: ۔نعت شریف کون سی پسند ہے؟
✿ بخاری صاحب: حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کی نعتیں بہت پسند کرتا ہوں ایک مرتبہ ایک نعت شریف موزوں کی تھی لیکن محفوظ نہ کرسکا۔
☆ دلیل راہ: ۔خوراک میں کوئی چیز جو خاص طور پر پسند ہو؟
✿ بخاری صاحب: دلیا
☆ دلیل راہ: ۔پسندیدہ لباس؟
✿ بخاری صاحب: سنت کے مطابق سفید رنگ کا لباس پسند کرتا ہوں۔
☆ دلیل راہ: ۔غیر ملکی سفر کہاں کہاں کیے؟
✿ بخاری صاحب: صرف حجازِ مقدس جاسکا ہوں، اگرچہ کینیڈا کے لئے سپانسر اور ٹکٹ بھی آگئی تھی لیکن کچھ مجبوریوں کی بنا پر نہ جاسکا۔ ویسے حجازِ مقدس کے علاوہ کہیں اور جانے کا قلبی شوق بھی نہیں رکھتا۔
☆ دلیل راہ: ۔مرید پر شیخ کے حقوق کیا ہوتے ہیں اور شیخ پر مرید کے حقوق کیا ہوتے ہیں؟
✿ بخاری صاحب: مرید کو چاہئے کہ مرشد کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرے اور اپنے آپ کو مرشد کے ہاتھوں میں اس طرح دے دے جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے۔ پیر کو چاہئے کہ مرید کی صحیح تربیت کرے، مرید کے دل میں حضور اور اولیاء کی محبت کا جذبہ پیدا کرے، صحیح عقائد پر گامزن کرے اور عمل کی تلقین کرے۔
☆ دلیل راہ: ۔دینی کام کرنے میں کبھی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا؟ اور ان سے کیسے نمٹے؟
✿ بخاری صاحب: دینی کام میں کبھی کوئی خاص رکاوٹ محسوس نہیں کی۔
☆ دلیل راہ: ۔دینی مخلص کارکن کے لئے کوئی سبق؟
✿ بخاری صاحب: دینی کارکن عقیدہ کو پختہ رکھے اور مسلسل محنت کو شعار بنائے۔
☆ دلیل راہ: ۔اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں ان کی خصوصیات کیا ہیں؟ آج کل بہت سے فرقے اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں پہچان کیسے ہو؟
✿ بخاری صاحب: اہل سنت وہی ہیں جو سنت یعنی حضور ﷺ کے فرمودات اور جماعت یعنی خلفاء راشدین کے فرمودات پر عمل پیرا ہوں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جس جماعت میں ولی ہیں وہی اہل سنت و جماعت اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔
☆ دلیل راہ: ۔مختلف جہادی تنظیموں کے فلسفہ جہاد سے اختلاف ہے یا اتفاق؟
✿ بخاری صاحب: جہادی تنظیم صحیح العقیدہ ہے تو ٹھیک ورنہ بدعقیدہ کبھی مجاہد نہیں ہوسکتا۔
☆ دلیل راہ: ۔کیا سیاست کے میدان میں علماء اور مذہبی طبقہ کو آنا چاہئے، اگر ہاں تو کیسے؟
✿ بخاری صاحب: علماء کو سیاست میں آنا چاہئے۔ مگر خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے ورنہ سیاست میں قدم مضر ثابت ہوگا۔
☆ دلیل راہ: ۔آپ کی شادی کب ہوئی، اولاد کتنی ہے؟
✿ بخاری صاحب 1963ء میں شادی ہوئی۔ سادہ سی زندگی گذاری ہے۔ 2 بیٹے اور 5 بیٹیاں ہیں اور الحمدللہ سارے شادی شدہ ہیں۔ بڑا بیٹا ہومیو ڈاکٹر ہے جبکہ چھوٹا جامعہ نظامیہ سے فارغ التحصیل ہے۔
☆ دلیل راہ: ۔آپ کے نزدیک "زندگی" کی تعریف؟
✿ بخاری صاحب:

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

☆ دلیل راہ: ۔اکثر علماء کے بچے علم دین کی طرف نہیں آتے اس کی کیا وجہ ہے؟
✿ بخاری صاحب: والدین کے چاہنے کے باوجود اگر اولاد دینی علم حاصل نہ کرسکے تو یہ ان کی اپنی بدقسمتی ہے۔ بہر حال والدین کو کوشش کرنا چاہئے۔

☆دلیل راہ:۔ زندگی کا وہ حصہ جسے آواز دینے کو جی چاہے؟

❁ بخاری صاحب: ابتداء میں جب 8،8 گھنٹے مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا۔

☆دلیل راہ:۔ پسندیدہ موسم؟

❁ بخاری صاحب: نہ زیادہ گرمی نہ زیادہ سردی۔

☆دلیل راہ:۔ بار بار سمجھانے پر بھی اگر کوئی نہ مانے یا سمجھے تو کیا کرتے ہیں؟

❁ بخاری صاحب: قالو سلاماً

☆دلیل راہ:۔ بادل، بارش یا دھوپ کیا اچھا لگتا ہے؟

❁ بخاری صاحب: بادل

☆دلیل راہ:۔ کامیابی کے لئے کس بات پر یقین رکھتے ہیں؟

❁ بخاری صاحب: لگا تار محنت

☆دلیل راہ:۔ قبولیت دعا کا وقت ہو تو اللہ سے کیا مانگیں گے؟

❁ بخاری صاحب: اللہ مجھے مستجاب الدعوات کر دے

☆دلیل راہ:۔ پسندیدہ رنگ؟

❁ بخاری صاحب: سفید

☆دلیل راہ:۔ پسندیدہ خوشبو؟

❁ بخاری صاحب: عُود

☆دلیل راہ:۔ زندگی میں سب سے زیادہ صدمہ کب ہوا؟

❁ بخاری صاحب: شیخ کامل کا وصال اور والدین کا وصال زندگی کے بہت بڑے صدمے ہیں۔

☆دلیل راہ:۔ تنہائی اچھی لگتی ہے یا محفل؟

❁ بخاری صاحب: سنجیدہ اور سلجھے لوگوں کی محفل اچھی لگتی ہے

☆دلیل راہ:۔ دوست کیسا پسند کرتے ہیں؟

❁ بخاری صاحب: متقی اور پرہیزگار آدمی کی دوستی پسند کرتا ہوں۔

☆دلیل راہ:۔ آئمہ مساجد کو اس دور میں دین کی خدمت کس طرح کرنی چاہیئے؟

❁ بخاری صاحب: خلوص اور للّٰہیت دین کی خدمت کے لئے بہت ضروری ہے۔ دین کے خادم جس ڈیوٹی پر بھی فائز ہوں اسے خلوص کے ساتھ نبھائیں تو انشاء اللہ ناکامی نہیں ہوگی۔

☆دلیل راہ:۔ آپ جماعت اہل سنت کے مرکزی قائدین میں سے ہیں۔ اس کے متعلق کیا کہنا پسند فرمائیں گے؟

❁ بخاری صاحب: جماعت اہل سنت کے ساتھ میری وابستگی صرف صحیح العقیدہ لوگوں کی جماعت ہونے کی وجہ سے ہے اور اب صرف شاہ صاحب (پیر سید ریاض حسین شاہ) کی وجہ سے جماعت میں ہوں کہ ایسا قائد اور ایسا مرد کہیں نظر نہیں آتا۔ بہر حال جماعت اہل سنت ایسا پلیٹ فارم ہے جس کی قیادت بے لوث سیدزادوں پر مشتمل ہے۔ مظہر غزالی زماں پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی جیسے لوگ اللہ کی نعمت ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کا کام بہت بڑا اعزاز ہے۔

☆دلیل راہ:۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی باتیں کی جارہی ہیں آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

❁ بخاری صاحب: مدارس میں مروجہ نصاب تعلیم اگر صحیح طور پر پڑھا دیا جائے تو یہ بہت کامل و اکمل نصاب ہے۔ اس میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہیں، طلباء کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

☆دلیل راہ:۔ آپ کے مریدوں کی تعداد کتنی ہے؟

❁ بخاری صاحب: تعداد کا علم نہیں لیکن ہزاروں میں ہیں۔

☆دلیل راہ:۔ والدین کی رضامندی کے خلاف لڑکا اور لڑکی کا پسند کی شادی کرنا کیسا ہے؟

❁ بخاری صاحب: میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ والدین کی رضامندی شادی میں ضرور شامل ہونی چاہیئے
☆ دلیل راہ:۔ دنیا کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟
❁ بخاری صاحب: دنیا اگر خدا سے غافل کردے تو بُری ہے، اسی کے لئے ارشاد ہے کہ دنیا مردار ہے اور اس کا چاہنے والا کتا ہے، لیکن دولت کا زیادہ ہونا بیوی بچے اور وسعت رزق دنیا نہیں اگر انسان شریعت کے دائرے میں رہے اور سب کے حقوق پورے کرے اور یہ چیزیں اسے خدا سے غافل نہ کریں۔
☆ دلیل راہ:۔ تعلیم نسواں کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟
❁ بخاری صاحب: بالکل جائز ہے۔ اگر پردے کا خیال رکھ کر بچیوں کو تعلیم دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔
☆ دلیل راہ:۔ اہل سنت کی سیاسی حالت؟
❁ بخاری صاحب: اہل سنت کی سیاسی حالت تو اس وقت ناگفتہ بہ ہے، یعنی اس مقام پر نہ بولنا ہی اچھا ہے۔
☆ دلیل راہ:۔ دولت کا اکٹھا کرنا کیسا ہے؟
❁ بخاری صاحب: شریعت کے دائرے میں رہ کر اگر آدمی وسعت رزق کے وسائل پیدا کرتا ہے تو پھر تو جائز ہے لیکن اگر شریعت کو پس پشت ڈال کر دولت اکٹھی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر تو یہ ''دنیا'' ہوگی۔
☆ دلیل راہ:۔ زمانہ طالب علمی میں اپنے اساتذہ سے زیادہ سوالات کرتے تھے یا کہ نہیں؟
❁ بخاری صاحب: زمانہ طالب علمی میں زیادہ سوالات نہیں کرتا تھا لیکن ہمارے اساتذہ سوالات سے گھبراتے نہیں تھے۔
☆ دلیل راہ:۔ دلیل راہ کے لئے کوئی پیغام؟
❁ بخاری صاحب: اللہ دلیل راہ کو جاری وساری رکھے، کیونکہ اس میں بہت زیادہ علمی خزانہ پایا جاتا ہے، خصوصی طور پر مدیر اعلیٰ حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ شاہ جی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

☆☆☆

کفر اور شرک

علامہ پیر سید عبدالقادر جیلانی

علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ گیلانی علم و ادب اور تحقیق و اظہار کا لائق اتباع گنجینہ ہیں۔ دودمان رسالت مآب ﷺ کا چشم و چراغ ہیں، عظیم مؤرخ، محقق اور مفسر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں، خوبصورت لکھتے ہیں اور باکمال بولتے ہیں۔ علوم جدید و قدیم کا قابل رشک سنگم ہیں۔ فن خطابت کے شہریار اور استدلال اور براہین کی دنیا میں مقتدیٰ ہیں۔ دلیل راہ نے فیصلہ کیا ہے کہ پرانے علماء کے خطبات اور بیانات پر مشتمل زر پارے قارئین کی نذر کئے جائیں، سو ابتدا ایک سید زادے کے خطبے سے کی جا رہی ہے۔

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصًا على سيدنا محمد ن المصطفى وعلى اله واصحابه اولى الصدق والصفا. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم. الذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون. (الانعام . ۸۲)

ترجمہ:

وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہی کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

حضرات! یہ بات آپ جان لیں کہ کسی دوائی کا استعمال کرتے وقت آپ کو پرہیز جاننا ضروری ہوگا۔ اگر دوا کے ساتھ آپ پرہیز نہیں کریں گے تو وہ دوا آپ کے لئے مفید ثابت ہونے کے بجائے ضرر رساں ثابت ہوگی۔ لیکن اس ضرر کو اس دوا کی طرف منسوب کرنا مشکل ہوگا کیونکہ یہ آپ کی اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے:۔

يضل به كثيرًا ويهدى به كثيرًا . . . . . .

(البقرۃ۔۲۶)

ترجمہ: اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے

اس قرآن مجید کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ بہت ساروں کو گمراہ بھی کرتا ہے اور بہت سارے لوگوں کو ہدایت بھی دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کو جاننا پڑے گا کہ کسی صحت مند چیز کا صحت مند طور پر استعمال صحت مند نتیجہ لاتا ہے۔ اگر صحت مند چیز کا غلط طریقے سے استعمال کیا جائے تو ایسا ممکن ہے کہ صحت لانے کے بجائے بیماری لائے۔ اس لئے ایمان کے جو لوازمات ہیں بطور مسلمان یہ بطور پرہیز کے ہیں۔ اگر آپ اس کی تعریف کو نہیں جانیں گے تو ایسا ممکن ہوگا کہ ایمان کے دعویدار ہونے کے باوجود آپ کا ایمان سلامت نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ آپ کے کچھ اعمال ایسے ہوں کہ کفریات نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ کفریات آپ کی زندگی میں ہوں مگر آپ سمجھتے نہ ہوں۔ تو آپ کا نہ جاننا، یہ آپ کے لئے قیامت کے میدان میں عذر نہیں ہوگا۔ کیونکہ جہالت، قانون کی نگاہوں میں عذر نہیں ہے۔

مثلاً: ایک آدمی کہے کہ میں نے بندہ اس لئے مار دیا کہ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس کی کیا سزا ہونے والی ہے۔ تو کیا قانون یہ مانے گا کہ چونکہ تجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ اس کی کیا سزا ہونے والی ہے لہذا تو بے گناہ ہے؟ نہیں۔ کسی بھی بارے میں جہالت عذر نہیں ہے۔

لہذا یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو مسلمان ہو اس کو پتا ہو کہ کفر کیا ہے؟ اسی لئے ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ کفریات کا جاننا ضروریاتِ شرع میں سے ہے۔ اگر کفریات کو نہیں جانے گا تو ساری سوسائٹی گنہگار ہوگی۔

جو کلمات کفریہ ہیں ان کو جاننا شرعی واجبات میں سے ہے۔ یہ مذہبی پیشواؤں کی ڈیوٹی ہے کہ ان کو پتا ہو کہ کون کون سی بات کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی بات کرے تو کہے کہ ہم ایسی باتوں میں نہیں پڑتے، یہ گندی باتیں ہیں۔ تو بتاؤ ان کا مداوہ کون کرے گا؟ حتیٰ کہ ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ گالی گلوچ کا جو علم ہے یہ بھی واجب علی الکفایہ ہے۔ کیوں کہ بعض گالیاں دینے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ بعض گالیاں دینے سے عورت کو طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر پتا ہی نہیں کسی کو کہ گالی کیا ہوتی ہے؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ تو کیا پھر سارے ہی گنہگار نہیں ہوں گے؟۔

اب دیکھئے جادو کے متعلق جس میں کفریہ کلمات ہوں تمام عالم اسلام اس پر متفق ہے کہ وہ جادو کفر ہے۔ لیکن کفر ہونے کے باوجود ہمارے فقہا لکھتے ہیں کہ واجب علی الکفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی نہیں جانے گا تو سارے علماء سارے مذہبی پیشوا گنہگار ہوں گے۔

کیونکہ کفر کا جاننا کفر نہیں ہے، کفر کا کرنا کفر ہے۔

گناہ کا جاننا گناہ نہیں ہے، گناہ کا کرنا گناہ ہے۔

مثال کے طور پر ایک آدمی کو یہ پتا ہے کہ بدی ہوتی کس طرح ہے، یہ جاننے سے وہ گنہگار تو نہیں ہوتا۔ بدی کرنے سے گنہگار ہوگا۔ کفر کا جاننا کفر نہیں ہے، کفر کا کرنا کفر ہے۔ جادو کا جاننا کفر نہیں ہے جادو کا کرنا کفر ہے۔ جادو کو کسی پر ڈالنا کفر ہے۔ کسی کا جادو توڑنا کفر نہیں ہے۔

اور واجب الکفایہ کیوں ہے؟

اس لئے کہ اگر دارالحرب کے کفار جادو کے ذریعے سے آگے بڑھنا شروع ہو جائیں۔ اسلام کی سرحدوں کو توڑ کے اپنے جادو کے زور سے اسلامی سرحدوں کے اندر آ جائیں۔ تو اگر کوئی بھی نہیں جانے گا تو قوم کی ذلت کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟۔ مذہبی پیشواؤں کا جادو جاننا اس وجہ سے ضروری ہوگا کہ اس کا توڑ جو ضروری ہے۔ کیا اس کے جاننے میں ثواب ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ ثواب ہوگا۔ کیونکہ گناہ کا جاننا گناہ نہیں،

گناہ کا کرنا گناہ ہے۔

اس پر یہ سمجھ جائیں کہ کفر کا کرنا کفر ہے کفر کا جاننا کفر نہیں ہے۔

لیکن پھر دین کا علم ہو کر باعثِ ثواب ہوگا کہ نہیں ہوگا؟

جتنی باتوں سے کافر ہوتا ہے ان کا جاننا اور ان کا بتانا یہ دین کی ضروریات میں سے ہے اور جتنی باتیں شرک ہیں ان کا جاننا اور قوم کو بتانا، یہ دین کی ضروریات کی قسم میں سے ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی کام شرک کی قسم کا کرتا ہو لیکن اسے پتا نہ ہو کہ یہ شرک ہے تو جہالت چونکہ عذر نہیں ہے اس لئے ایسا ممکن ہے کہ اس کے سارے اعمال تباہ ہو رہے ہوں اور نتیجہ کچھ نہ نکل رہا ہو اور کہتا ہے کہ میں ٹھیک آدمی ہوں۔ اس لئے کفر کا جاننا بھی اور شرک کا جاننا بھی ضروری ہے۔

قرآن عظیم فرماتا ہے:الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون. فرمایا کہ جو ایمان لے آئے،(ولم یلبسوا ایمانھم بظلم)اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملوث نہ کیا ہو، اس کو آپس میں نہ ملایا ہو۔ یہ استعارہ فی الفعل ہے۔ ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔ حالانکہ لفظ لباس آیا ہوا ہے۔ جو کپڑا پہنایا جائے وہ جسم کو گھیر لیتا ہے۔ یعنی ان کا ظلم کو اس کے اندر ملانا ایسا ہے جیسا کہ کسی کو کپڑا پہنا دیں تو اس سارے ڈھانچے کو وہ ڈھانپ لیتا ہے۔ ایمان کے ساتھ اگر ظلم کی شمولیت کر لی جائے تو ایمان ایسا مغلوب ہو جاتا ہے جیسا کپڑے میں لباس کے اندر کوئی چھپ جاتا ہے۔

واہ قرآن عظیم! یہاں تو صرف عقیدے کی بحث ہے، عمل کا تو ذکر کوئی نہیں۔

(ولم یلبسوا ایمانھم بظلم)اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملوث نہ کیا، ملایا نہیں۔(اولئک لھم الامن وھم مھتدون)''ان کے لئے امن بھی ہے اور وہی لوگ ہدایت پر بھی ہیں''۔

تو پھر بدامنی کا دارومدار کس پر ہوگا؟

''عقیدہ صحیح'' اگر عمل کا ذریعہ ہے تو ہندو کو بگاڑ دو تو پختو اور پختو کو بگاڑ دو تو ہندو۔

اگر کفر کو بگاڑ دو تو اسلام اور اسلام کو بگاڑ دو کفر۔

یہ بتایا کہ جن لوگوں نے ایمان کی دولت پائی اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا۔

(اولئک لھم الامن)۔امن ان کا حصہ ہے۔

تو اب بدامنی کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ جس کا عقیدہ غلط ہے وہ بدامنی کا ذریعہ ہے۔ اگر عقیدہ درست ہوتا تو بدامنی کبھی نہ ہوتی۔

کیا کوئی صحیح العقیدہ آدمی بدامنی کا بانی ہے؟

قرآن کہتا ہے کہ اگر عقیدہ صحیح ہے، اور ظلم کے ساتھ اپنے ایمان کو ملوث نہیں کیا (اولئک لھم الامن)''ان کے لئے امن ہے''۔

(واولئک ھم المھتدون)''اور وہی لوگ جو ہیں ہدایت پر بھی ہیں''۔

ہدایت کا دارومدار پھر عمل پر تو نہ ہوا، ہدایت کا دارومدار پھر عقیدے پر ہوا۔

روزانہ جو نماز پڑھتے ہیں، کہتے ہیں (اھدنا الصراط المستقیم)معلوم ہوا کہ آپ اس جگہ عمل کی دعا نہیں مانگ رہے بلکہ عقیدہ صحیحہ مانگ رہے ہیں۔

آپ نے کفر اور شرک کا مجھے موضوع دیا ہے۔ تو آپ کہیں گے ایمان کا تو ذکر ہے نہ کفر کا ذکر آیا ہے نہ شرک کا۔ اس جگہ میں عرض کروں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ ایسا کوئی ہم سے ہے جو ایمان لایا ہو اور اپنے ایمان کو اس نے ظلم سے آلودہ نہ کیا ہو، ظلم تو ہم سب نے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:(ان الشرک لظلم عظیم)''بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔''(لقمان۔۱۳)

اب ظلم کی تفسیر سرکار ﷺ کی زبان سے سامنے آگئی۔ اب جو ایمان لایا اور پھر شرک کے ساتھ اپنے ایمان کو آلودہ نہ کیا، ان کے لئے امن ہے۔

اگر جن کی وجہ سے بدامنی ہے معلوم ہوا ان کا ایمان شرک سے کہیں آلودہ ہے، اس وجہ سے بدامنی ہے۔ پتا چلا کہ شرک جو ہے وہ ایک طرف قیامت کی خرابی کا ذریعہ ہے، دوسری طرف بدامنی کا ذریعہ ہے۔

آج دنیا میں جتنی مشرک قومیں ہیں وہی پوری دنیا میں فسادات کا ذریعہ ہیں۔ آج جتنا کشمیر پر ظلم و ستم ہو رہا ہے، اس کا بانی کون ہے؟ جو خدا کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو پوجنے والی قوم ہے اور گائے کو ماتا سمجھ کر اس کے پیشاب کو متبرک سمجھ کے پینے والی قوم۔

اسی طرح باقی ممالک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے والی قوم، مریم علیہا السلام کو خدا کی بیوی کہنے والے بدامنی کا ذریعہ

ہیں۔ معلوم ہوا کہ شرک پوری دنیا میں بدامنی کا ذریعہ بھی ہے۔

اب اس موقع پر ضرورت ہے کہ کفر اور شرک کی تعریف کی جائے۔

کفر کی تعریف یہ ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کیا جائے اس کا نام ہے کفر۔

ضروریاتِ دین (دین کی ضروریات کی بات) کسے کہتے ہیں؟ جس بارے میں قیامت کے دن میں پوچھ ہوگی اس آئیٹم کا نام ہے ضرورتِ دین، جس کے متعلق پوچھ نہیں ہوگی وہ ضرورتِ دین نہیں ہے۔

مثال کے طور پر پوچھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں جھگڑے کیوں ہیں؟ یہ دین کی ضروریات کی بات نہیں ہے۔ اگر کسی کو پتا ہے ہی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے تھے اور کتنی مرتبہ جھگڑے، اللہ کی بارگاہ میں گنہگار نہیں۔ اس پر اس سے کوئی بحث نہیں۔ یوچھے جی جنگ جمل میں کس نے تیر مارا، کس نے تلوار ماری تھی، یہ دین کی ضروریات میں سے نہیں ہے۔ اگر دین میں سے مکمل نکال بھی دیا جائے تو دین سلامت ہے۔

دین کی ضروری چیز اس کو کہیں گے جس کا قیامت کے میدان میں سوال اٹھے اس کو کہتے ہیں ضرورتِ دین۔ جو دین کی ضروریات ہیں ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔

اب کفر کا شرک سے کیا رشتہ ہے؟ کفر تو انکار ہے۔ شرک انکار نہیں۔ شرک کی یہ تعریف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی قسم کی توحید ہے اس میں کسی کو شریک کرے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید تین قسم کی ہے۔

☆ توحید الوہیہ۔ یعنی پوجا جانے میں ایک ہے۔

☆ توحید ربوبیہ۔ پالن ہار ہونے میں اکیلا ہے۔

☆ توحید الاسماء وصفات۔ جو اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور ان کی صفتیں ہیں ان میں وہ اکیلا ہے۔

ان میں کسی کو شریک کرنے کا نام شرک ہے۔ اب شرک کی تعریف سمجھنا بہت آسان ہوگئی، کہ جو میں نے کہا کہ ہندو کو بگاڑ دو تو پختو اور پختو کو بگاڑ دو تو ہندو۔ اس قاعدے کو میں apply کرنے لگا ہوں۔

توحید الوہیہ یہ ہے کہ خدا معبود ہے، پوجا صرف اسی کی کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ خواہ کوئی نبی ہو، ولی ہو، پیغمبر، غوث، قطب ہو، کوئی بھی ہو، پوجا کسی کی بھی درست نہیں ہے۔ اگر پوجا کرے گا تو اس کا نام کفر نہیں ہوگا، خدا کو پوجا کرنے کے قابل نہ سمجھے اس کا نام کفر ہے اور اگر کہے خدا بھی پوجا کے قابل اور یہ بھی پوجا کے قابل ہیں، partnership کا نام شرک ہے۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔ کہے اتنا حصہ اس کا ہے، اتنا حصہ اس کا ہے، اس کا نام شرک ہے۔ اب پہلی بات سمجھ آگئی کہ پوجا میں کسی کو شریک کرے۔

دوسرا وہ کہے کہ پالنے میں، بارش کوئی اور برساتا ہے، نباتات کوئی اور اگاتا ہے، جوان کوئی اور کرتا ہے، بیج کوئی اور اگاتا ہے اور پکاتا کوئی اور ہے۔ اس طرح بہت سارے خدا مل کر اس بیچے خدا کی نگرانی میں یہ سارا کام کرتے ہیں، تو یہ اس نے ربوبیت میں شریک کیا ہے لہٰذا چاہے کوئی نمازی ہو، غازی ہو، حاجی ہو، سب کچھ ہو وہ مشرک ہے۔ اس لئے خدا کی ربوبیت میں اس نے کسی کو شریک کر ڈالا ہے۔ اب خدا کا وہ منکر نہیں ہے۔ خدا کا وہ انکار کرتا تو کافر ہوتا۔ خدا کو بھی مانتا ہے اور دوسروں کو اس کی خدائی میں شریک کرتا ہے، اس کا نام شرک ہے۔

توحید الاسماء وصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس میں خدا تنہا ہے۔ مثلاً خدا رحیم ہے خدا کے اس معنی رحمت میں کوئی شریک نہیں۔ خدا کریم ہے اس کے اس معنی کرم میں کوئی شریک نہیں۔

اب جس وقت یہ بحث چلتی ہے اگر کوئی آدمی کہے کہ جی اب تم خود مان گئے کہ خدا کے سوا کسی کی پوجا کرنا یہ شرک ہے۔ تو یہ قبروں پر تم جاتے ہو یہ پوجا ہی تو ہے؟

کہیں کہ جناب ہم آپ سے پوجا کی تعریف چاہیں گے۔ پوجا اس بات کا نام ہوگا جس کو سرکار ﷺ نے کہا ہو۔ تم روزانہ زندگی کی کئی سرگرمیوں کو شرک کیوں کہتے ہو؟ شرک تو اس بات کا نام ہے جو کام خدا کے بارے میں کیا جاتا ہے وہ کسی اور کے بارے میں کیا جائے تو شرک ہے۔

خدا کی قبر بتلا کہاں بنی ہے؟ خدا کی قبر پر کہاں سلام کے لئے جاتے ہیں؟ خدا کی قبر بنی ہوئی ہوتی تو اس کے لئے جاتے اور اس کی قبر کی پوجا کرتے اور کسی کی قبر پر جاتے تو شرک ہوتا۔ خدا نہ کبھی مرا نہ کبھی مرے گا، کبھی خدا کی قبر تھی، نہ کبھی ہے، اس کو شرک کس طرح بتلا رہا ہے؟

کہتے ہیں جی یہ چادریں چڑھاتے ہو یہ شرک ہے؟

شرک تو کہتے ہیں Partnership (شریک کار) کو۔ اس کے ساتھ شریک ہونا۔ اگر خدا کی قبر بنی ہوئی ہوتی، اس کے اوپر چادر چڑھی ہوتی، پھر ہم ولی کے مزار پر جاتے یقیناً شرک تھا۔ خدا کی قبر مہربانی کر کے بتلا کہاں ہے؟ کیسا انسان ہے کہ یہی تجھے پتہ نہیں کہ شرک کی تعریف کیا ہے؟ جیسا دل چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں تمہیں لفظ "شرک" پر دعوت دیتا ہوں کہ شرک نہیں ہوگا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جس کتاب کو ہمیشہ ساتھ لئے رہتے تھے وہ قرآن کی سب سے زیادہ reliable (معتبر) ڈکشنری "مفردات راغب" ہے۔

حضرت امام راغب اصفہانی المتوفی ۵۰۳ھ کی "مفردات راغب" میں صفحہ ۲۶۶ پر حدیث قدسی لفظ شرک کی بحث کے اندر موجود ہے کہ پروردگار فرماتے ہیں: الشرکتک فی امری (اے پیارے میں نے تمہیں اپنے کام میں شریک کیا) آدمی کا سر چکرایا کہ یہ حدیث نہیں ہو سکتی۔ حدیث ہے، کس طرح؟

اس طرح کہ نماز میری ہے میرا بھی نام ہے تیرا بھی نام ہے۔ اقامت میری ہے نام میرا بھی ہے، نام تیرا بھی ہے۔ نماز میری ہے۔

الحمد للہ رب العالمین. الرحمٰن الرحیم .

رحمٰن ورحیم اللہ کے نام ہیں۔

قرآن فرماتا ہے:

لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رئوف الرحیم .

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان" (التوبہ:۱۲۸)

قرآن نے فرمایا کہ "میں رحمٰن ورحیم ہوں" اور میرا محبوب بھی رحیم ہے۔

واللہ رؤف بالعباد

اور اللہ بندوں پر مہربان ہے (البقرہ:۲۰۷)

اے پروردگار! تو بھی رؤف ہے، تیرا حبیب بھی رؤف ہے

یہ بتایا گیا (اشرکتک فی امری) میں نے تمہیں اپنے کاموں میں شریک کیا۔

کیوں! نماز اللہ کی ہے کہ نہیں؟

جب آپ نماز کے اختتام پر پہنچنے لگے، اب اس کی registration ہونے لگی ہے۔ رب کہتا ہے:

یوں پڑھ (اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد) میرے محبوب کا نام ہے۔ نماز اللہ کی ہے، بیچ میں سرکار ﷺ کا کیا ذکر ہے۔ امام راغب اصفہانی نے لکھا کہ "میں نے تمہیں شریک کیا ہے۔" کے یہ معنی ہیں۔

شریک ہونے کے بعد پھر "شرک" کیوں نہیں؟

کہا یہ شرک جس کو شرع میں کہتے ہیں وہ خدا کی اس خدائی میں شریک ہونے کا نام ہے کہ جس طرح کا رؤف خود خدا ہے، خدا خود سے خود رؤف ہے، اسی طرح سرکار ﷺ بھی خود سے خود رؤف ہوتے تو پھر شرک ہوتا۔ خدا خود سے خود رؤف ہے سرکار ﷺ خدا کے بنائے ہوئے رؤف ہیں۔ شریک کوئی نہیں۔

خدا خود سے خود رحیم ہے اس کو کسی نے بنایا نہیں۔ سرکار ﷺ کو پروردگار نے خود رحیم بنایا، کہا میں تو خود سے رحیم ہوں، تو میرا بنایا ہوا رحیم ہے۔ اس لئے میں نے اپنی صفات کا مظہر قرار دے کے تجھے اپنے کاموں میں شریک کیا ہے۔ اے پیارے! تو خدا ہو کے شریک نہیں ہوا ہے بلکہ مصطفیٰ ﷺ ہو کے شریک ہوا ہے۔

بات سمجھ میں آئی ہے۔ اب مطلقاً شرک کی رٹ بددیانتی کی قسم کا کام ہے کہ نہیں؟

اچھا جب الحمد للہ رب العالمین کہا ہے اپنے آپ کو

رب کریم فرماتے ہیں:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ و قل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ (بنی اسرائیل:۲۴)

"اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

اس میں کہا ''پالنے والا''

یہاں پروردگار نے کہا کہ اپنے ماں باپ کے سامنے گردن نیچی کر کے بات کر، خبردار سینہ تان کر بات نہ کرے۔

واخفض لهما جناح الذل

ذال کے ساتھ ذل معنی ذلیل ہو کے، گھٹیا بن کے، اپنے ماں باپ کے سامنے بات کر۔ خبردار کوئی qualification بتلائی۔ عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے جھک جا اور بات کر۔ اور یہ عرض پیش کر ''رب الرحمهما'' اے پالنے والے ان دونوں پر رحم کر۔ میری ماں پر بھی، میرے باپ پر بھی۔ ''کما ربیٰنی صغیرا'' جس طرح ان دونوں نے مجھے پالا۔

اعتراض ہوتا ہے کہ پالنے والا رب کے بغیر کوئی نہیں ہے؟

قرآن کہتا ہے اس طرح کہہ کہ ''انہوں نے مجھے پالا ہے'' میں سو کوتاہی کرتا رہا یہ مجھے معاف کرتے رہے۔ مولا کریم یہ بوڑھے ہو گئے، ان کی عادتیں بھی بچوں والی ہو گئیں، ان سے سو کوتاہی ہو معاف کر، انہوں نے مجھ پر بڑی مہربانی کی، میں ان کا سفارشی بنتا ہوں۔

''کما ربیٰنی صغیرا''

جس طرح ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

یہاں ماں باپ کو ''پالنے والا'' بتایا۔

سمجھ آ گئی ناں ''رب'' کس معنی میں ہے؟، وہ رب ''پالنے والا'' ہے پر خود سے خود ''رب'' ہے۔

یہ (ماں باپ) جو پالنے والے ہیں، اس ''رب'' نے انہیں پالنے والا بنایا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے شرک دور ہوا کہ نہیں۔

اچھا جس قول کے مطابق رب نور ہے۔ تحقیق تو یہ ہے کہ

وضع واضع میں تیری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

قرآن مجید نے فرمایا:

اللہ نور السمٰوٰت والارض (النور۔۳۵)

''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا''

جس قول کے مطابق اللہ نور ہے۔ اس کی روشنی میں یہ گفتگو کریں گے کہ سورج کو قرآن مجید نے نور کہا ہے کہ نہیں کہا؟ چاند نور ہے کہ نہیں۔ فرشتے نور ہیں کہ نہیں؟

توجو توحید الاسماء والصفات میں صفتوں اور ناموں میں کسی کو شریک کیا جائے تو شرک ہو جاتا ہے۔ اللہ بھی نور ہے تو جبرائیل بھی تو نور ہے۔

اب ذرا سوچ کے بتلاؤ کہ شرک کیوں نہیں؟

حضور ﷺ کی بحث نہیں کرتا۔ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ مسلمان ''نور'' کا لفظ لگائے تو وہ جا پڑتا ہے۔

لیکن جبرائیل کے نور ہونے میں تو تمہیں کوئی شک نہیں؟

عرش کے نور ہونے میں تو کوئی شک نہیں؟

لوح محفوظ کے نور ہونے میں تو کوئی شک نہیں؟

توجو توحید کے ابواب ہیں ان میں سے ایک توحید الاسماء والصفات ناموں اور کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی صفتوں میں کوئی شریک نہیں۔ خدا کی صفت ہو نور اور ادھر مخلوق کی صفت ہو یہ بھی نور ہو، شرک کیوں نہیں؟ مجھے سوچ کے بتلاؤ؟

کہنا پڑے گا کہ رب نور ہے مگر خود سے نور ہے۔ جو باقی نور ہیں اس کے بنائے ہوئے نور ہیں، اس لئے شرک نہ ہوا۔ اب شرک سمجھ میں آ گیا کہ کس بات کا نام ہے؟۔

''خدا کی جو صفت جس طرح سے ذات باری میں پائی جاتی ہے اسی طرح سے مخلوق کے اندر تسلیم کی جائے اس کا نام شرک ہے''۔

''اللہ کی صفات، اللہ کی ذات اور اللہ کے اسماء کا وہ قائل نہ ہونا، اس کا نام کفر ہے۔''

اب کفر و شرک کا فرق واضح ہو گیا۔

لیکن شرک میں ان تمام چیزوں کو مانتا ہے لیکن جو صفتیں جو کام جو حال اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں کسی دوسرے کو جب شریک بنائے تو شرک

اس کا لازم آتا ہے۔ لیکن اس کے اندر یہ بات اگر مان لی جائے کہ اس کی یہ صفت مخلوق ہے، اللہ کی وہ صفت ازلی ابدی ہے تو شرک جاتا رہا۔

میں پوچھتا ہوں کہ خدا بھی حاضر ہے اور تم سب بھی حاضر ہو، بتاؤ شرک کیوں نہیں؟۔

کہنے والا کہے گا کہ جی وہ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ہم کہیں گے تم جہاں بیٹھے ہو وہاں تو شرک ہو گیا۔ اتنی جگہ تو مان کہ شرک ہے سارے جہان میں نہ مان۔ اب یہ کسی طرح کہنے کے باوجود کہ تو موجود ہے، شرک نہیں مانتا۔ کیوں نہیں مانتا، اس لئے کہ خدا موجود ہے تو خود سے خود موجود ہے، اس کو کسی نے موجود نہیں کیا۔ لیکن تمہیں اس نے موجود کیا ہے۔ اس کی صفت ذاتی ہے تیری صفت عطائی ہے۔ یہی فرق تسلیم کریں تو حضور ﷺ کے غیب لانے کو شرک نہ کہیں۔

کیوں کہ اللہ جو غیب جانتا ہے اس کا علم غیب ذاتی ہے وہ خود سے خود وہ جانتا ہے۔

حضور ﷺ کے پاس جو غیب کا علم ہے وہ اللہ کا عطا کیا ہوا ہے، وہ اللہ کا دیا ہوا ہے، اللہ کا دیا ہوا غیب، یہ اور صفت ہے۔ اس کا خود سے خود غیب جاننا یہ اور صفت ہے۔ اس لئے دونوں کے غیب جاننے سے شرک لازم نہیں آتا۔

شرک کی اور کفر کی بات اب سمجھ آ گئی۔ اب مسلمان کو یہ کہنا کہ تو نور مان گیا ہے اس لئے تو مشرک ہے، خدا بھی نور ہے۔ اسی وقت اس سے پوچھو جبرائیل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ نور ہیں کہ نہیں۔ جبریل نور ہو، ستارے نور ہوں، لوح نور ہو قلم نور ہو، چاند نور ہو، سورج نور ہو، اتنوں کے نور ہونے سے شرک لازم نہ آیا۔ صرف محبوب کبریا علیہ السلام کے نور ہونے سے شرک ہو گیا؟۔

آپ اس وقت دنیا میں exist کریں دنیا میں اپنی موجودگی تو محسوس کرتے ہیں تو ذاتِ باری بھی موجود ہو آپ بھی موجود ہوں شرک کیوں نہ آئے گا؟۔

لہٰذا آپ کو یہ فصل ماننا پڑے گی۔ انگریزی میں فصل کو differentia کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے جتنے کلیات ہوتے ہیں ان کے اندر جتنی species (نوعیں) ہوتی ہیں، وہ differentia کے ذریعے جدا ہوتی ہیں۔ یعنی کلیات میں سے جزیات کو جدا کرنا یا جنسوں میں سے نوعوں کو جدا کرنا، یہ فصل کا کام ہے۔

شرک ایک common word ہے۔ جس طرح کی صفت ذاتِ باری میں پائی جاتی ہے اسی طرح کی صفت مخلوق میں مانی جائے تو شرک لازم آتا ہے۔

بخاری شریف جلد دوئم ص ۹۶۳ میں حدیث قدسی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، راوی ہیں، فرماتے ہیں:

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببته ، فکنت سمعه ، الذی یسمع به وبصره ، الذی یبصر به ویده، التی یبطش بها ورجله، التی یمشی بها..... الخ.

''بندہ نفل عبادت کرتے کرتے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔''

عالم اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ثواب فرضی عبادت کا زیادہ ہے۔ نفلی عبادت کا ذکر اس جگہ کیوں کیا گیا؟ فرضی عبادت کا ذکر اس جگہ اس لئے نہیں کیا یہ کھاتہ ہے محبت کا۔ فرض عبادت کرتا ہے ڈر کی وجہ سے۔ اسے پتا ہے کہ اگر نہ کی تو مار پڑے گی۔ ثواب زیادہ ہی سہی، پر کرتا ڈر کی وجہ سے ہے۔ نفلی عبادت ڈر کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ پیار کی وجہ سے کرتا ہے۔

تیری اک نظر کے صدقے میری ساری زندگانی

زور لگاتا ہے فالتو عبادت کروں، فرض نماز پڑھ چکا ہوں، ڈیوٹی کر چکا ہوں، اب کوئی ایسا کام کروں کہ میرے دوست کو میرے پیار کا احساس ہو۔

پھر وہ اتنا قریب ہوتا جاتا ہے، اتنا قریب ہوتا جاتا ہے۔ (فاحببتهٗ) اس سے پیار ہو جاتا ہے۔ جب اس سے پیار ہو جائے تو (کنت بصرهٗ الذی یبصر به) (میں اس کی وہ آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے)۔

''اس کی وہ آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے وہ میں بن جاتا ہوں''۔

اگر ہوتا کہ ''اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں'' تو پھر اور بات تھی۔

''میں اس کی وہ آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے''۔ کہ (احتمال تو ہی نہ رہے)۔ یعنی اس کی آنکھیں اور میری طرف سے دیکھنے والی آنکھیں جدا نہیں ہوتیں۔

اب جس وقت رب کہے کہ ''وہ آنکھیں میں بن گیا ہوں''۔ اب ذرا اندازہ کریں، وہ بندہ کہتا ہے کہ آنکھیں میری، رب کہتا ہے میری۔

بتاؤ شرک کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ محبت کی دنیا جداگانہ ہے۔
اس پر امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ قادری سلسلے کے درویش ہیں اور 10 ویں صدی کے مجدد ہیں۔ ان کی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر کے صفحہ ۱۴۲، جلد نمبر ا کے حوالے سے امام نووی نے ''مسلم شریف'' کا شارح ہونے کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ غزوہ تبوک پر گئے ہوئے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کے دو مشہور صحابی ابوخیثمہ ؓ اور ابوذر ؓ، یہ دونوں وقت پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ ایک میمنہ (میدانِ جنگ میں لڑتے وقت فوج کے دایاں دستہ) پر خوب لڑنا جانتے تھے اور دوسرے میسرہ (بایاں دستہ) پر خوب لڑنا جانتے تھے۔ یہ ان دو wings پر بہت خوبی سے لڑنا جانتے تھے اور وہ نہ پہنچ سکے۔
ایک آدمی جا رہا ہے سرکار ﷺ دیکھ کے فرماتے ہیں:
''کن ابا ذر''۔ (ابوذر ہو جا)۔
دوسرے کو دیکھ کے فرماتے ہیں: ''کن ابا خیثمہ''۔ (ابوخیثمہ ہو جا)۔
حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''خصائص کبریٰ'' کے اندر یہ حدیث نقل کی ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف جلد دوئم ص ۳۶۱)۔ رہ جاتی ہے یہ بات کہ کیا وہ سچ مچ ابوخیثمہ تھے، سچ مچ ابوذر تھے؟
ایک طبقہ اہلِ علم نے کہا کہ وہ ابوذر ہی تھے، ابوخیثمہ ہی تھے۔ لیکن عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نہ وہ ابوذر تھے، نہ ابوخیثمہ تھے، راہی راستہ جا رہا تھا۔
اور قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے: وما ینطق عن الھویٰ (۳) ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ (۴) النجم۔ (اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو نہیں کی جاتی ہے)۔
یعنی جب میرا محبوب بات کرتا ہے تو پھر بات اس کی نہیں ہوتی پھر بات میری ہوتی ہے، زبان وہی استعمال کرتا ہوں۔

مصطفےٰ نورِ جنابِ امرِ کن
مخزنِ اسرارِ علم من لدن

یعنی جس طرح خدا کے نور ہونے کے مظہر ہیں، خدا کے قریب ہونے کے مظہر ہیں، خدا کے جبار ہونے کے مظہر ہیں، مظہر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ دکانوں پر باہر شوکیس پڑا ہوتا ہے جس میں نمونے کے طور پر چیزیں لگائی ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز اگر لینی ہے، تو پھر اندر آئیں اور اگر الماری میں لگے ہوئے پسند نہیں ہیں تو ہمارے پاس تو یہی ہیں۔ مثلاً اس میں کپڑے لگے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کپڑے ہیں وہ یہ ہیں۔ دیکھ لیں اگر پسند ہوں تو اندر آئیں۔ اگر ناپسند ہوں تو نہ آئیں۔ جس کو (variety) کہتے ہیں۔ یعنی یہ یہ قسمیں ہیں۔ جس میں رکھا جاتا ہے اس کا نام مظہر ہے۔
رب نے فرمایا کہ جو میں نے انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں، یہ میرے عشق اور محبت کی وہ الماریاں ہیں جن میں سے میری صفات Reflect ہوتی ہیں۔ اگر یہ میرے نبی ﷺ پسند آئیں پھر میری دکان میں آؤ۔ یہ میرے مظہر ہیں۔
کوئی نبی خدا کی ایک صفت کا مظہر ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام ''صفتِ جبار'' کے مظہر کہ ایک آدمی کو مکا مارا اور وہیں ڈھیر کر دیا۔ خدا بڑا حلیم ہے، عیسیٰ علیہ السلام کو اگر کوئی مار گیا تو انہوں نے کہا کہ جانے دو، کوئی بات نہیں۔ کوئی ایک صفت کا مظہر، کوئی دو کا، کوئی تین کا۔
نبی پاک ﷺ کی باری آئی تو رب کی صفات کا ''مظہرِ اتم'' بنے۔ جتنی صفات کا راز امت مخلوق اور قوم پر کھل سکتا ہے، وہ تمام سرکار ﷺ کی طرف سے کھلے۔
اب ان میں سے رب کی ایک صفت ''کن'' ہے۔ وہ ''کن'' کی صفت کہ فرمائے ''ہو جا'' اور وہ ہو جائے، اس صفت کا مظہر سرکار رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یعنی رب کا یہ gear یعنی ''ہو جا'' اور ہو جائے۔ یہ کہاں سے ملتا ہے؟ کہا سرکار ﷺ کی الماری سے ملتا ہے۔ اسی پر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

مصطفےٰ نورِ جنابِ امرِ کن
مخزنِ اسرارِ علم من لدن

میاں صاحب عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات کہی ہے۔

قطرہ وچ پیا دریاوے پھر او کون کہاوے

جس تے اپنا آپ ونجاوے آپ اوہو بن جاوے

''عقیدہ حلول'' سے بچنے کے لئے اس کی تعبیر یہ کرنا پڑے گی کہ میاں صاحب نے زبانِ مجاز میں کلام کیا ہے۔ جس طرح لوہے کو آگ میں رکھ دیا جائے تو لوہے کی ذات لوہا ہی رہتی ہے لیکن آگ والی ساری صفتیں اس میں آ جاتی ہیں۔ اسی طرح بندہ رب کے قریب رہنے والا رب کی صفتوں کا نقشہ بندے میں آ جاتا ہے اس لئے

مصطفےٰ نورِ جنابِ امرِ کن

بندہ جا رہا ہے وہ کہتا ہے میں ابوذر نہیں بننا چاہتا۔ کہا ''بننا پڑے گا''۔ کیونکہ

مصطفےٰ نورِ جنابِ امرِ کن

تمہیں اس وقت ابوذر بننا پڑے گا، تمہیں ابوخثیمہ بننا پڑے گا۔ جی میں راہی ہوں، کسی کام میں جا رہا ہوں۔ کہا کام کو رہنے دے، اس وقت میرے مصطفیٰ ﷺ کا وہ gear لگ گیا ہے۔

شرک کی بحث طے ہوئی کہ نہ ہوئی؟

کبھی پروردگارِ عالم کے Behalf پر ان powers کو execute کیا جا رہا ہے۔ جس طرح ماں رب کی طرف سے رب کا مظہر بن کے بچے کو پالنے لگی۔ رب نے اس کی تربیت کو بھی ربوبیت کہا۔ کہ یہ پالتی ہے، اس نے تربیت کی ہے۔ میں بھی پالنہار ہوں، یہ بھی پالنہار ہے۔ لیکن میں اصل پالنہار ہوں یہ میری Representative (نمائندہ) ہو کے، میرا مظہر ہو کے پالنہار ہے۔

اسی طریقے سے کہا کہ میں اصل ''صاحبِ کن'' ہوں۔ میرا محبوب میرا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے صاحبِ کن ہے اور جس زبان سے وہ بات کرتا ہے وہ میں ہوتا ہوں۔

اب شرک کی بات طے ہوئی کہ نہ ہوئی؟

شرک کس چیز کا نام ہے؟ خدا کی ربوبیت میں، الوہیت میں، ناموں اور کاموں میں شریک کرے اس کا نام ہے شرک۔

جی چادر چڑھائی، یہ شرک ہے

بتایئے بھلا رب کی قبر کہیں ہے؟ جہاں چادر چڑھتی ہو؟

او جی بکرا چڑھایا ہے شرک ہے

کسی جگہ اللہ کی قبر ہے؟ جہاں بکرا چڑھایا جاتا ہے؟ کوئی سوچ کے بات کرو۔

او جی یہ جو نذرانہ دیا ہے، یہ شرک ہے

خدا کو کوئی نذرانے دیئے جاتے ہیں؟

ہر بات پر شرک۔ او تجھے یہ بھی پتا ہے کہ رب اس بارے میں پوچھے گا؟

بخاری شریف جلد دوئم صفحہ ۱۰۲۴ میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں ''تمام صحابہ کرام اس آدمی کو ''بدترین خلائق'' مانتے تھے جو کافروں والی آیتیں مشرکوں والی آیتیں مسلمانوں کے خلاف پڑھا کرتا تھا۔''

تو یہ کافروں کے حق میں نازل ہونے والی آیتیں نبی پاک ﷺ کے غلاموں کے خلاف پڑھنا، یہ بدترین لوگوں کا کام ہے۔ نہ صحابہ کرام کا کام ہے، نہ اہلِ بیتِ اطہار ﷺ کا کام ہے۔

تو آپ کو ایمان صحیح رکھنا پڑے گا اور اپنے آپ کو شرک سے محفوظ رکھنا پڑے گا

یہ ایمان دوائی ہے۔ شرک اور کفر کی طرف جانا بدپرہیزی کا کام ہے۔ اگر تم ایمان کی سلامتی رکھ کے، کفر و شرک سے باز رہ کے اپنی منزل کی طرف چلو گے تو پھر کام آسان ہو جائے گا۔

اب کہو کہ جناب اتنی باریکیوں میں ہم سے نہیں پڑنے ہوتا۔ ایک آدمی ہل چلانے والا ہے۔ اب اسے اتنی کہاں فراغت ہے کہ وہ یہ سوچتا پھرے کہ اللہ کی صفتیں اس کی اپنی صفتیں ہیں۔ اگر وہ اوروں کو دی جائیں تو وہ اس کی دی ہوئی ہیں۔ اللہ کی شانیں اس کی اپنی ذاتی ہیں، یہ جو نبیوں کو دی گئی ہیں یہ اس کی عطا کردہ ہیں۔ یہ فرق یا تو مولوی کر سکتے ہیں یا پیر کر سکتے ہیں۔ میں زمیندار آدمی ہوں، میں کیا کر سکتا ہوں؟

اس کے بارے میں میں آپ کو بتلاؤں کہ مولوی اشرف علی تھانوی جو دوسرے دھڑے کے بزرگ ہیں ان کی کتاب جمال الاولیاء جو کہ دراصل علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اولیاء کا ترجمہ ہے۔ (بعض اوقات یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ترجمہ کیا ہے ان کی

اپنی کتاب تو نہیں ہے) ترجمہ جو کیا ہے اگر موافق نہیں ہے تو ترجمہ کیوں کیا ہے؟ اس کی تردید کیوں نہیں کر دی؟

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ایک ایمان تحقیقی اور ایک ایمان تقلیدی۔

ایک یہ ہے کہ خود چھان بین کرے، باتیں خود نکالے قرآن اور حدیث میں سے عقیدہ خود تلاش کر لے، اس کا نام ہے ایمان تحقیقی، یہ تو سب کے لئے ممکن نہیں پھر کیا کرے؟

ایمان تقلیدی۔ جو سب سے زیادہ پاور والا بزرگ جس کو سب نے بزرگ مانا ہے کہے کہ مولا کریم مجھے تو اپنے صحیح عقیدے کا تو پتا نہیں، لیکن میرا وہی عقیدہ ہے جو اس بزرگ کا ہے، مثلاً میرا وہی عقیدہ ہے جو حضرت غوث پاک کا تھا۔

میرا وہی عقیدہ ہے جو حضرت سلطان الہند سرکار ﷺ کا تھا

میرا وہی عقیدہ ہے جو سید بہاؤالدین نقشبند بخاری ﷺ کا تھا

میرا وہی عقیدہ ہے جو شیخ شہاب الدین سہروردی ﷺ کا تھا

میرا وہی عقیدہ ہے جو شاہ چراغ لاہوری ﷺ کا تھا

میرا وہی عقیدہ ہے جو خواجہ موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

میرا وہی عقیدہ ہے جو گولڑوی سرکار حضور پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا۔

حضرت بابا فرید مسعود علی گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا جو عقیدہ تھا۔

حضرت حاجی نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جو عقیدہ تھا۔

حضرت مقیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو عقیدہ تھا۔

اس کا نام ہے ایمان تقلیدی۔

اس پر انہوں نے (اشرف علی تھانوی نے) گفتگو کی ہے۔ مثال پیش کی ہے کہ ایک آدمی مر گیا اور جس وقت اس کو قبر میں رکھ کے آ گئے تو اہل کشف نے ان کو دیکھا۔

(اب یہ دعویٰ میں نہیں کر رہا، وہ کہہ رہے ہیں۔ مخالف دھڑے کی شہادت ہے اس لئے ماننا پڑے گی۔ کیونکہ تمہارے مخالف دھڑے کا آدمی کچہری میں تمہارے دھڑے کی بات کر دے تو عدالت تو یہ نہیں کہے گی کہ یہ جھوٹا ہے۔ جھوٹا سچا تم کہہ سکتے ہو۔ تمہارے مخالف دھڑے کا آدمی تمہارے دھڑے کی بات کر گیا تو پکی بات ہے۔ اس کو کوئی بھی قانون چیلنج نہیں کرتا۔ اس کو Exculpatory Evidence (مخالف دھڑے کی شہادت) کہتے ہیں۔ جو کہ ہمیشہ accept (قبول) ہونے والی ہے اور پوری دنیا میں کسی بھی کورٹ میں یہ rejectable (مسترد ہونے والی) نہیں ہے۔

اچھا جناب انہوں نے کیا ذکر کیا کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں تقلیدی اور تحقیقی۔ تحقیقی تو جتنے اہل حق ہوئے، علمائے ربانی، صوفیا انہوں نے خود تحقیق کر لیا اب جس سے نہیں ہو سکتا اس کی مثال وہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بندہ مر گیا۔ حضرت غوث پاک ﷺ کا نائی تھا یا دھوبی تھا۔ جب مر گیا اہل کشف نے دیکھا کہ فرشتوں نے اس سے پوچھا۔ بتا رب کون ہے؟ دین کون سا ہے؟ رسول کون سا ہے؟ اس نے کہا کہ ''میں حضرت غوث پاک ﷺ کا نائی ہوں'' اور کیا پوچھتے ہو؟۔ انہوں نے کہا کہ ہم پوچھتے ہیں کہ رب کون ہے؟ کہنے لگا میں نے بتایا جو ہے کہ میں غوث پاک ﷺ کا نائی ہوں انہوں نے کہا دین کون سا ہے؟ اس نے کہا کہ بتا تا جو ہوں کہ حضرت غوث پاک ﷺ کا نائی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کون ہے؟ کہا جو ہے کہ غوث پاک ﷺ کا نائی ہوں۔

فرشتوں نے رب سے بات کی کہ بندہ ایک نیا آیا ہے۔ رب کی پوچھتے ہیں تو وہی بات کرتا ہے دین کی پوچھتے ہیں تب بھی وہی بات کرتا ہے نبی کی پوچھتے ہیں تب بھی وہی۔

رب نے کہا کہ او فرشتو یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئی، اس کا یہ کہنا کافی ثبوت ہے کہ میرا دین ٹھیک ہے کہتا ہے کہ میں حضرت غوث پاک ﷺ کا نائی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا اللہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اور دین کے بارے میں وہی ہے جو حضرت غوث پاک ﷺ کا تھا۔

عقیدے کی دو قسمیں ہیں ایک تحقیقی اور ایک تقلیدی۔

تحقیقی اور تقلیدی دونوں اللہ کی بارگاہ میں منظور ہونے والے ہیں۔ تحقیقی یہ ہے کہ خود چھان بین کر کے دین کو سمجھ لے۔

اور تقلیدی اس بات کا نام ہے کہ خود کو پتا نہ ہو کہ حضرت غوث پاکؒ کا مرید ہوں۔
خواجہ غریب نوازؒ کا مرید ہوں،
حضرت سید بہاؤالدین نقشبندی بخاریؒ کا مرید ہوں،
نوشہ حاجی گنج بخشؒ کا مرید ہوں،
مقیم شاہؒ کا مرید ہوں،
خواجہ گولڑوی حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کا مرید ہوں،
خواجہ موہڑویؒ کا مرید
خواجہ چوراہیؒ کا مرید ہوں،
جن کا دین سچا ہے۔

☆☆☆

دینی مسائل اور ان کا حل

"مسائل دین و دنیا" کے عنوان کے تحت قارئین کرام کے ان سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں جو کارزارِ حیات میں مختلف اعمال و افعال کی بجا آوری کے دوران انسانی ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر ذہنی و روحانی الجھنوں کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کو بھی کوئی الجھن درپیش ہو یا ذہن کے نہاں خانے میں کوئی سوال پیدا ہو کر پریشان کر رہا ہو تو فوراً لکھیے۔ آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوال کا شافی و کافی جواب دیا جائے گا۔

محمد لیاقت علی مفتی

✿ سوال:۔ بعض لوگ رمضان کے بعد شوال میں بھی پورے اہتمام کے ساتھ مسلسل چھ روزے رکھتے ہیں۔اس کی اصل کیا ہے؟

☆ جواب:۔ حضور رسالت مآب ﷺ کا فرمان مبارک ہے، "من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فکانما صام الدھر" یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے بھی چھ روزے رکھے گویا اس نے سارا سال روزے کی حالت میں گزارا۔علماء کرام نے حضور ﷺ کے اس قول کی وضاحت یوں کی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے " من جاء بالحسنة فله عشر امثالها "فرما کر ہر نیکی کا اجر دس گنا قرار دیا ہے۔اب اگر کوئی یہ روزے رکھے تو تیس دن رمضان کے اور چھ یہ کل چھتیس دن ہوئے جسے دس سے ضرب دے کر حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوتا ہے۔جو سال کے کل ایام ہیں،لہٰذا جو ہمیشہ یہ معمول بنائے گویا اس نے ساری زندگی اجر و ثواب کے لحاظ سے روزے میں گزار دی۔

البتہ یہ روزے رکھنے میں دو باتیں ذہن نشین رہنی چاہئیں۔ایک تو یہ کہ عید والے دن روزہ رکھنا جائز نہیں اور دوسری یہ کہ احناف کے نزدیک شوال کے چھ روزے مسلسل نہ رکھے جائیں بلکہ رکھنے ہی ہوں تو پورے شوال میں عید کا دن چھوڑ کر متفرق طور پر یہ روزے رکھنا زیادہ مناسب ہیں۔

✿ سوال:۔ ہمارے ہاں اکثر دیکھا گیا ہے کہ شاگرد اپنے استاد یا مرید اپنے پیر کی آمد پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان سے ملتے وقت ان کے ہاتھ چومتے ہیں۔ یہ دونوں عمل شرعی اعتبار سے کیسے ہیں؟

☆ جواب:۔ اسلام میں "ادب" اور "محبت" کو جو اہمیت حاصل ہے کوئی باشعور اور ہوش مند انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اپنے آقا کی بارگاہ میں ہمیشہ ادب و نیاز اور محبت و پیار کا پیکر بنے رہتے۔کسی محترم ہستی کی زیارت کے لئے جانا یا ملاقات کے وقت ان کے ہاتھ چومنا بھی ادب و محبت ہی کا ایک اظہار ہے اور یہ کہ جب زمانہ رسول ﷺ سے اس کی نظیر و مثال بھی میسر آ جائے تو اس کے بعد اس عمل کے نہ صرف جائز بلکہ "محبوب" ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔دست بوسی تو دست بوسی ہے حضور ﷺ کے صحابہ تو حضور ﷺ کا تھوک اور رینٹھ مبارک تک بھی زمین پر گرنے نہ دیتے بلکہ اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے جسم پر مل لیتے تھے۔حضور ﷺ کے وضو کا پانی جذبہ مسابقت سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اسے اپنے چہروں پر بطور تبرک ملتے۔اگر کسی کو پانی نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ مس کر کے تری حاصل کرتا اور اسے اپنے چہرے پر مل لیتا۔آقا ﷺ کے بال مبارک صحابہ آپس میں حصول برکت کی خاطر تقسیم کر لیتے تھے۔ علاوہ ازیں اگر کسی کو حضور ﷺ سے مصافحہ نصیب ہو جاتا تو وہ اسے بھی اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہوئے فخر سے بیان کرتے۔بخاری شریف "کتاب الاستیذان" "باب المصافحہ" میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا درانحالیکہ میرا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھوں میں تھا۔

ان تمام تر شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ اگر عمومی معاشرتی زندگی اور انسانی فطرت کے حوالے سے دیکھا جائے تو بھی "دست بوسی" کے اس محبوب فعل میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔اگر والد غلبہ محبت کے وقت بیٹے کا ماتھا چوم لے تو وہ کس فتوے کی زد میں ہوگا۔۔۔؟ماں کو تو اکثر بچے کے پاؤں تک چومتے دیکھا گیا مگر آج تک کسی نے اس پر فتویٰ محض اس لیے نہ لگایا کہ وہ بچے سے محبت کرتی ہے۔ایسے ہی اگر غلبہ محبت کے وقت کسی بزرگ ہستی کی دست بوسی بلکہ قدم بوسی بھی کر لی جائے تو اسے بھی مستحسن ہی قرار دیا جائے گا۔حدیث شریف میں ہے کہ ایک وفد جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وفد کے ارکان نے رسول اللہ ﷺ کے قدم چومے۔اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ انہیں ضرور منع فرماتے۔

رہا معاملہ احتراماً کھڑے ہونے کا تو بخاری شریف میں امام بخاری نے باقاعدہ باب کا عنوان بنایا" باب قول النبی ﷺ قوموا لسیدکم"۔باب کے تحت حدیث کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔قریظہ کے یہودی جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ثالث بنانے پر راضی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔

✿ سوال:۔ ایک شخص جب فوت ہوا تو اس کے ذمہ کچھ لوگوں کا قرضہ واجب الادا تھا۔کیا اس کے ورثاء اس کی طرف سے قرضہ دینے کے پابند ہیں؟

☆ جواب:۔ ہر انسان کوشش کر کے حتی المقدور قرض لینے سے اجتناب کرے۔اگر لینا ہی پڑ جائے تو اولین سہولت میں اسے ادا کر دے اور اگر ادا نہ کر سکا کہ اسے موت آ گئی تو اب دیکھا جائے گا کہ مرتے وقت اس نے کوئی مال وغیرہ چھوڑا یا نہیں۔اگر تو وہ مال چھوڑ کر مرا تو اس کے مال میں سے اس کی جانب سے ادائیگی قرض ورثاء کی ذمہ داری ہوگی اگر نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔قرآن مجید سورۃ نساء آیت نمبر ا ا

میں جہاں احکام میراث بیان ہوئے ہیں وہاں بار بار" من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین کلھم" موجود ہے۔

✿ سوال:۔ 2004 میں میرا نکاح ہوا۔حق مہر پچاس ہزار روپے مقرر کیا گیا۔علاوہ ازیں پانچ تولہ طلائی زیورات بھی بطور تحفہ عورت کی ملک کیے گیے۔اب رخصتی سے پہلے ہی میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔مہر کی رقم اور زیورات کا کیا حکم ہے؟

☆ جواب:۔خلوت صحیحہ ثابت ہونے سے پہلے طلاق ہو جانے کی صورت میں نصف مہر لازم آتا ہے لہٰذا مہر کی رقم کا نصف یعنی پچیس ہزار لازم ہوگا،البتہ زیورات چونکہ مہر کے علاوہ عورت کو بطور تحفہ دے دیے گئے تھے لہٰذا وہ عورت کی ہی ملکیت ہوں گے اور ان میں سے کسی چیز کا واپس لینا روا نہ ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وان اردتم استبدال زوج مکا ن زوج واتیتم احدٰ ھن قنطارا فلا تاخذو منه شیئا. اتاخذونه بھتا نا و اثمامبینا (نساء۔۲۰)

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنے کا ارادہ کر ہی لو تو ان میں سے ایک کو اگر تم ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس سے ذرہ بھر بھی واپس نہ لو۔کیا تم وہ مال بہتان اور کھلے گناہ سے لوگے۔(تذکرہ)

✿ سوال:۔ رشتہ داروں میں سے کون لوگ ہیں جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ کیا اپنی سگی پھوپھی خالہ یا حقیقی بہن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

☆ جواب:۔اصول (دادا دادی، نانا نانی اوپر تک) اور فروع (بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی وغیرہ) کے علاوہ تمام رشتے داروں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ تنگدست محتاج ہوں۔پھوپھی خالہ اور بھائی بہن کو بھی بشرط مذکور زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

✿ ✿ ✿

سنابل نور سے سنابل رحمت تک

ایک روحانی سفر

حاجی احسان الٰہی نقشبندی قصور۔ ایم اے ایم ایڈ

محترم جناب حافظ شیخ محمد قاسم کی روحانی تحریریں جو وہ ہر ماہ باقاعدگی سے ''یادیں بھی باتیں بھی'' کے عنوان سے ماہنامہ دلیل راہ میں قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک منفرد، دلکش اور عشق ومحبت کا غماز انداز ہے جسے قارئین ڈھونڈ کر پڑھتے اور اپنے اذہان وقلوب کو عشق ومستی کی مے سے مہکاتے اور سیراب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ قاسم کا انداز بیان اور موثر کرے اور ان کے مقام ومرتبہ میں مزید ترقی نصیب فرمائے۔ ان کی یہی حسن کارکردگی ان کی دنیوی زندگی کی کامیابی وکامرانی اور اخروی زندگی کی سرخروئی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے جس سے ماہنامہ دلیل راہ کے حسن میں مزید نکھار پیدا ہورہا ہے۔ ان کی تسلسل کے ساتھ دلیل راہ میں تحریریں ہوبہو حضرت قبلہ پیر ومرشد سید ریاض حسین شاہ کی ایک خوبصورت اور شاہکار تصنیف ''سنابل نور'' کا پرتو یا عکس ہیں۔ سنابل نور ایک زندہ جاوید کرامت ہے جو کہ مرشد کامل حضرت شاہ جی نے اپنے مرشد کریم شیخ المشائخ، سندالواصلین، امین الشریعت خضر راہِ طریقت، شناورِ بحرِ حقیقت، غواصِ یمِ معرفت، حضرت لالہ جی صاحب تاب اللہ ثراہ کے نام کی ہے اسے پڑھنا باعثِ ثواب ونجات اور توشہ آخرت کے لئے ایک عمدہ سند ثبوت بھی ہے۔ سال میں ایک دو بار پڑھنا فطرتِ ثانیہ سی بن گئی ہے۔ سنابل نور دلوں کے زنگ دور کرنے اور اخلاقی وروحانی تطہیر کے لئے ایک نہایت ہی مجرب اور آزمودہ ٹانک ہے۔ رب کائنات، اس کے محبوب ﷺ اور اہل اللہ سے قرب کا وسیلہ ہے۔ فکر آخرت اور اللہ کے ذکر کا ذوق سلیم بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ اس کے پڑھنے سے راہ ہدایت کے چشموں سے سیراب ہونے اور زندگی گزارنے کے حقیقی رموز سے مستفید ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ شاہ جی کے توسط اور فیضان نسبت سے مجھ عاصی وگنہگار کو بھی حسن عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین اور برادرم حافظ قاسم سے التماس ہے کہ وہ حضرت کے ان ملفوظات اور روحانی واصلاحی واقعات کو جو وہ ''یادیں بھی اور باتیں بھی'' کے عنوان سے دلیل راہ کی زینت بناتے ہیں، کو یکجا کرکے سنابل نور کی طرح ایک کتابی شکل میں قلمبند اور سمو دینے کی سعی وکوشش کریں تاکہ تشنگان طلب راہ حق اپنی زندگیوں اور سانسوں کو ان روحانی لطائف سے منور ومعطر کرسکیں کیونکہ حافظ قاسم کا اکثر وبیشتر وقت حضرت قبلہ شاہ جی کی رفاقت اور معیت میں بیتا اور بسر ہوا ہے۔ میری اس بے ربط تحریر کی غرض وغایت کے پیچھے ایک سہانی اور خوبصورت رات کا ناقابل فراموش واقعہ کارفرما ہے جس کی خوشبو، حلاوت اور چاشنی ہمیشہ مجھے مہکائے رکھے گی۔

25 ستمبر 2008، جمعۃ الوداع کا بابرکت اور خوبصورت دن تھا۔ حضرت شاہ جی کی طبیعت قدرے ناساز تھی لیکن خدا کے فضل وکرم سے حضرت نے جمعۃ الوداع کا خطاب اور خطبہ نہایت اطمینان اور سکون اور پرجوش انداز میں بیان فرمایا، لیکن نماز جمعہ کی امامت کے بعد بقیہ نماز بیٹھ کر ادا فرمائی۔ اسی رات قصور ایک ختم قرآن کی تقریب میں شرکت بھی متوقع تھی۔ حضرت شاہ جی نے قصور کے لئے باقاعدہ حتمی وعدہ نہیں فرمایا تھا بلکہ قصور میں آمد طبیعت کی بہتری سے مشروط تھی اور ایک غریب، نادار اور بے کس مجبور مرید کے گھر جانے کا عندیہ بھی پروگرام میں شامل تھا کہ اگر قصور آئے تو سب سے پہلے اس کے گھر ضرور جائیں گے۔ اسی جمعۃ الوداع کی سہانی رات کو محمد بہاؤالدین جو کہ حضرت صاحب کے پروگرام سیکرٹری اور خلیفہ مجاز بھی ہیں، سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بعد پروگرام سے متعلق آگاہ کردیا جائے گا۔ آخر کار محمد بہاؤالدین نے فون پر خوشخبری دی کہ ہم قصور کے لئے لاہور سے روانہ ہوچکے ہیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ میں قصور پہنچ جائیں گے۔ چند عقیدت مند ایک سیدزادے اور مرشد کامل کے استقبال کے لئے کشمیر چوک قصور پر چشم براہ تھے۔ تھوڑی دیر میں رات تقریباً 11:30 پر حضرت قبلہ شاہ جی کی گاڑی کشمیر چوک قصور آکر رکی۔ دل کی دھڑکنیں اعتدال پذیر ہوئیں اور بغیر کسی پروٹوکول اور ہٹو بچو کے غلغلے سے بے نیاز حضرت شاہ جی نے گاڑی ہی میں بیٹھ کر شرف ملاقات بخشا اور سب کی خیریت دریافت فرمائی اور یہ مختصر سا قافلہ ایک مفلوک الحال مرید غلام مصطفےٰ کے گھر کی طرف رواں دواں ہوگیا۔ سفر صرف تین چار کلومیٹر کا تھا لیکن راستہ بڑا دشوار گزار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ جگہ جگہ کھڈ اور گڑھے تھے۔ رکاوٹیں عبور کرتا ہوا قافلہ ایک جگہ رک گیا۔ اندھیری رات تھی ایک خادم کے پاس ٹارچ تھی، پھر حضرت شاہ جی ایک سنگی کی موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھ کر تنگ وتاریک، ٹوٹی پھوٹی اور کیچڑ سے بھری گلی اور موڑوں سے گزرتے ہوئے اس غریب مرید کی کٹیا پر جلوہ افروز ہوئے اور اسے رشک فلک بنادیا۔ اس موقع پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کٹیا بھی یاد آگئی۔ اللہ اللہ کیا منظر تھا۔ بچے گھر کے ایک چھوٹے سے صحن میں میلے پرانے کپڑوں میں سورہے تھے۔ گھر نہایت ہی خستہ، قابل مرمت اور بوسیدہ تھا۔ اندر ایک کمرے میں چند سادہ سی کرسیاں اور میز جو کہ آپ کی تشریف آوری کی غرض سے رکھی گئی تھیں، حضرت شاہ جی وہاں تشریف فرما ہوئے اور ساتھیوں کو بھی بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ گھر کے سربراہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے آپ لوگوں کو اس لئے زحمت دی کہ غلام مصطفےٰ میرا مرید ہے اور مجھ سے پیار کرتا ہے۔ ایک دفعہ یہ سائیکل پر سوار ہوکر سخت گرمیوں میں قصور سے لاہور میرے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے آیا۔ میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے۔ خیر وبرکت اور دین ودنیا کی بھلائی کے لئے ڈھیر ساری دعاؤں کا گلدستہ گھر والوں کی نذر کردیا۔ اس لمحے خیال آیا کہ اس

غریب کی چھوٹی سی کٹیا میں کتنی عظیم ہستی جلوہ افروز ہے اور یہ غریب کدہ کتنا بخت آور ہوگیا ہے۔ بڑے بڑے جلسے، جلوس، اجتماعات چند افراد کے ان چند لمحات کے اجتماع کے سامنے ہیچ نظر آئے اور پھر پیر صاحب نے اپنی جیب سے ایک ہزار روپے کا نوٹ نکالا اور غلام مصطفےٰ کے والد کو عنایت فرمایا کہ یہ میری طرف سے خیر و برکت کے لئے رکھ لیں۔ کیسے پیار، محبت، خلوص اور وارفتگی کے یہ قیمتی لمحات تھے اور وہ ایک ہزار روپے کا نوٹ حقیقتاً لاکھوں، کروڑوں روپوں پر بھاری اور وزنی دکھائی دیا۔ رشک آیا اور جی للچایا کہ منہ مانگی قیمت کے عوض وہ نوٹ اچک لوں مگر پھر ضمیر نے ملامت کی کہ ناداں بھلا کوئی لعل بھی کوڑیوں کے مول فروخت کیا کرتا ہے اور پھر تیری حیثیت اور اوقات ہی کیا ہے؟ کہ تو اسے خرید سکے۔ اس موقع پر میں اپنی ایک کم عقلی اور گستاخی کا اظہار اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید اس بہانے میرا جرم بھی معاف ہو جائے۔ چند سال قبل ایک بار نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد حسب معمول درس حدیث کی محفل بچی ہوئی تھی اور میں منبر کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ منبر پر پڑے ایک چھوٹے سے رومال پر نظر پڑ گئی۔ رومال حضرت پیر و مرشد شاہ جی کا تھا۔ میں نے پکڑ لیا اور اسے وارفتگی میں چومنا اور سینے سے لگانا شروع کر دیا۔ حضرت شاہ جی کا اکثر معمول ہے کہ وہ جمعہ شریف کے خطاب کے دوران ایک دستی رومال اپنے پاس رکھتے ہیں اور خطاب اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد پسینہ وغیرہ خشک کرتے ہیں۔ میں نے وہ رومال اپنے پاس رکھ لیا اور حضرت شاہ جی تک بھجوانے کی دانستہ کوشش نہ کی۔ وہ رومال میرے پاس اب بھی موجود ہے اور رہے گا جس میں حضرت کے پسینے کی خوشبو رچی بسی ہوئی ہے۔ اپنی نادانی اور گستاخی کا برملا اظہار اس لئے کر دیا ہے کہ تحریر پڑھ کر شاید میری غلطی کا کفارہ اور ازالہ ممکن ہو جائے۔ بات ہو رہی تھی غلام مصطفےٰ کے غریب خانہ پر حضرت شاہ جی کی تشریف آوری کی۔ اہل خانہ نے اپنی بساط کے مطابق چائے، بسکٹ وغیرہ کا اہتمام بھی کیا ہوا تھا۔ چند ٹوٹے پھوٹے کپوں میں چائے ڈالی گئی، ایک کپ شاہ جی نے لبوں کو لگایا اور ساتھیوں کو بھی چائے پینے کا حکم دیا تاکہ اہل خانہ کی مکمل دل بستگی ہو اور ان کا دل نہ ٹوٹ جائے۔ حضرت نے چند گھونٹ چائے نوش فرما کر آدھا کپ غلام مصطفےٰ کو دے دیا اور حکم فرمایا کہ اسے پی لو۔ اس لمحے پھر رشک آیا کہ ایسا آب حیات کبھی میرے نصیب میں بھی ہو سکے گا؟ رشک بھی کیا عجب شے ہے کہ اس میں تھوڑی بہت رقابت کی آمیزش کا عنصر کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے حالانکہ حضرت قبلہ شاہ جی مجھ عاجز، مسکین اور گنہگار پر بھی ایک دو بار غریب خانہ تشریف فرما ہو کر چراغاں کر چکے ہیں اور اپنی شفقتوں، عنایتوں، محبتوں اور مسکراہٹوں کے موتی اور گجرے بکھیر چکے ہیں۔ رات کافی بیت چکی تھی حضرت شاہ جی نے ختم قرآن کی تقریب میں شرکت کے بعد واپس لاہور بھی تشریف لے جانا تھا۔ اس لئے اہل خانہ سے نیک تمناؤں اور خواہشات کے اظہار کے ساتھ رخصت چاہی۔ ناسازئ طبع اور دیگر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت مرشد کریم کا اس رات قصور تشریف لانا ہو نہ ہو غلام مصطفےٰ کی دلجوئی اور بھرم رکھنے کے پیش نظر تھا وگرنہ شاید حضرت شاہ جی صرف ختم قرآن کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف نہ لاتے کیونکہ ایسے اجتماعات اور جلسوں میں شرکت تو حضرت کا روزانہ کا معمول ہے۔

میں نے ان مذکورہ لمحات میں جو روحانی طمانیت و تسکین حاصل کی اس کی دائمی لذت کا احساس باقی رکھنے کے لئے جذبات سے مغلوب ہو کر ان لمحات کو اپنی کم علمی کے باوجود الفاظ کے روپ میں قلمبند کرنے اور سمونے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ گو میں کوئی ادیب اور لکھاری نہ ہوں اور نہ ہی تحریر کے قواعد و ضوابط اور گرائمر کی ابجد سے واقفیت رکھتا ہوں۔ اس لئے کسی لفظی، معنوی یا ادبی گستاخی کا مرتکب پایا جاؤں تو معافی اور معذرت کا خواستگار رہوں۔

☆☆☆

وقت کی نیرنگیاں

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضیٰ

دنیا میں سب سے قیمتی چیز وقت ہے، یہ قول ایک مفکر کا ہے۔ وقت کی اہمیت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ گیا وقت ہاتھ نہیں آتا اور آنے والے وقت کے بارے کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کیسا ہوگا؟ اس لئے وقت کی قدر کرنا عظمت کی علامت ہے اور اس سے رخ پھیرنا اپنے آپ کو خود ناکامیوں سے قریب کرنا ہوتا ہے۔ کائنات کا نظام وقت سے مربوط ہے۔ موسموں کی تبدیلی، دن اور رات کا آنا جانا وقت کی وابستگی کی بہترین مثالیں ہیں۔ مادی دنیا سے لے کر تکوینی سلسلوں اور معاشرت و معیشت سے عبادت و ریاضت تک بھی چیزوں کی کامیابی کا راز وقت ہی سے آشکارا ہے۔ خالق کائنات نے آفتاب و ماہتاب کو اوقات مقرر کرنے کا بہترین وسیلہ بنایا ہے۔ سورج کے طلوع ہونے سے دن کے اجالے روشنیاں بانٹتے ہیں اور غروب ہونے سے رات کے اندھیرے تسلط جماتے ہیں۔ چاند کے گھٹنے بڑھنے سے مہینوں، سالوں اور صدیوں کا حساب ہوتا ہے۔

اسلام نے ہر عبادت کے لئے وقت مقرر کیا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر عبادات بھی اپنے اپنے وقت پر ادا کیے جاتے ہیں۔ پنجگانہ نماز کے اوقات نظام شمسی سے وابستہ ہیں۔ روزہ رکھنے کے لئے رمضان شریف کو مقرر کیا گیا ہے۔ رمضان شریف کے آغاز و اختتام کو چاند کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ ہر خطے ہر ملک کے رہنے والے نئے چاند سے اسلامی مہینوں کا حساب کرتے ہیں۔ مطلع آفتاب مختلف ہونے کی وجہ سے اسلامی تہوار منانے میں ایک دو دن کا فرق ہو جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مسائل تو اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ایک ہی مطلع سے وابستہ خطے اور ممالک میں ایک، دو یا تین دن کا فرق ہو جاتا ہے اور یہ فرق ناقابل فہم ہوتا ہے۔ اس کی واضح مثال یورپ میں رمضان شریف اور عیدین پر پایا جانے والا اختلاف ہے۔ اسلامی ممالک میں عموماً رویت ہلال کمیٹی کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور کمیٹی کے اعلان کے مطابق مسلمان ممالک میں لوگوں کی اکثریت روزہ رکھنے اور عیدین کا اہتمام کرتی ہے لیکن یورپ میں صورتحال مختلف ہے۔ یہاں کئی ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان کثیر تعداد میں رہتے ہیں۔ رمضان شریف اور عیدین کے دن کو متعین کرنے میں مسلمانوں کی اجتماعیت مفقود دکھائی دیتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ شرعی علوم سے عدم واقفیت ہوتی ہے۔ اگر ہم جائزہ لیں کہ مسلمان اسلامی تہواروں کے ایام مقرر کرنے میں کیوں اور کیسے تقسیم ہوتے ہیں؟ اس ضمن میں چند گروہ ہیں۔

پہلا گروہ تمام دلائل شرعی سے بالا ہو کر اس بات کا واویلا کرتا ہے کہ ہم تو سعودی عرب کے مطابق روزہ رکھیں گے اور اسی کے مطابق عید کریں گے، نہ جانے وہ اس بات کو فراموش کیوں کرتے ہیں کہ سعودیہ کے وقت کے مطابق وہ یورپ میں نماز تو نہیں ادا کرتے پھر رمضان اور عید میں کیسے تقلید کرتے ہیں؟ حالانکہ سعودی عرب اور یورپ کا مطلع مختلف ہے اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ دو سال پہلے سعودیہ کے ایک ٹی وی میں سعودی راہنماؤں کا بیان بھی آیا تھا کہ یورپ والے ہمارے ساتھ عید کرنے کی بجائے مقامی مطلع کے مطابق چاند کا فیصلہ کریں۔

دوسرا گروہ اپنے ممالک کے طے شدہ کیلنڈر سے ہٹ کر عید کرنے کا روادار نہیں۔ انہوں نے پورے سال کے اسلامی مہینوں کا تعین کیا ہوا ہے اور وہ اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس قبیل میں ترکی مسلمان سرفہرست ہیں۔ ترکش مسلمان جرمنی میں رہتے ہیں لیکن وہ اپنے ملک کے مطلع کے مطابق پہلے سے طے شدہ کیلنڈر کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ یورپ سے قریب ترین جس اسلامی ملک کا مطلع ہے وہ مراکش ہے۔ جہاں کی رویت ہلال کمیٹی اسلامی ممالک میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔

تیسرا گروہ یورپ کے مختلف ممالک میں محکمہ موسمیات سے رابطہ کرتا ہے اور نئے چاند کی تاریخ کے لئے جدید سائنسی طریقہ کار سے مدد لے کر رمضان اور عید کو متعین کرتے ہیں، لیکن اس باب میں نئے چاند کے غروب آفتاب کے بعد مطلع پر قائم رہنے کے وقت میں اختلاف ہو جاتا ہے کہ کتنی دیر تک نیا چاند مطلع پر قائم رہے تو اس کو نیا مانا جائے۔ ہمارے خیال میں اس نقطہ نظر کی طرف سب کو بڑھ کر اس حوالے سے مزید تحقیق کرنی چاہیئے۔

چوتھا گروہ ہر حال میں سالہا سال سے تیس روزے پورے کرتا ہے، جس بھی طریقے سے تیس پورے ہوتے ہیں، انہوں نے وہی اصول اپنانا ہے، حالانکہ فرضیت رمضان کے بعد حضور ﷺ نے نو 9 رمضان روزے رکھے اور ان میں سے سات رمضان انتیس روزے ہوئے۔

بہر حال اس بار انگلینڈ، جرمنی، بیلجیم، اسپین، فرانس، اٹلی، آسٹریا اور دیگر یورپی ممالک کے مسلمانوں کی اکثریت نے ایک ہی دن یکم ستمبر کو روزہ رکھنے پر اتفاق کیا ہے۔

یورپ میں رمضان اور عید کے موقع پر ہم آہنگی ضروری ہے۔ وقت کی مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک ہی گھر کے افراد دو دن عید کرتے ہیں۔ آدھے لوگ ایک دن اور آدھے دوسرے دن عید کرتے ہیں، بلکہ میاں بیوی بھی اس بات کا شکار ہو کر ایک ہی دن عید کرنے کے اتفاق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ سکولوں میں مسلمان بچوں کو ایک چھٹی ملتی ہے، لیکن دن کے

اختلاف کی وجہ سے بچے متعلقہ دن کی چھٹی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ گھر والوں کے برعکس دوسرے ممالک کی کیمونٹی کے مطابق چھٹی ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے عید والے دن بھی ان کو سکول جانا ہوتا ہے یا غیر حاضری کرنی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی غیر مسلم بچوں اور اساتذہ کے اعتراضات کی وجہ سے بچے الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عید کی مبارک دینے کے لئے ایک دوسرے سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہاری عید آج ہے یا کل وغیرہ وغیرہ۔

ان مسائل کو حل کرنے کے لئے زعمائے ملت کو منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا ادارہ یا کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں ہر کمیونٹی کے بااثر افراد ہوں جو متفقہ لائحہ عمل طے کریں۔ گزشتہ دنوں فرینکفرٹ میں پاکستانی قونصلیٹ کی وساطت سے حکومت پاکستان کے لئے ہم نے ایک تجویز دی ہے کہ یورپی ممالک میں حکومت اپنی ایمبیسی کے ذریعے ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کرے جو جدید فلکیات اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں رمضان اور عید کے دن کا تعین کرے تاکہ تمام یورپی ممالک میں پاکستانی کیمونٹی میں مطابقت قائم ہو جائے۔

بات وقت کی ہو رہی ہے۔ وقت اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ کسی کا انتظار نہیں کرتا، زندگی اور موت سب کے لئے وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت کو ایک لمحے کے لئے مقدم و موخر نہیں کیا جا سکتا۔ انسان نجانے کیا کیا منصوبہ بندی اور تدابیر کو اختیار کرتا ہے، لیکن وقت بڑا بے رحم ہے یہ کسی کو کوئی موقع نہیں دیتا۔ گزشتہ دنوں کی بات ہے کہ نو سالہ طیبہ کو امریکہ جاتے ہوئے موت جرمنی لے آئی۔ طیبہ نے اپنے والد اور کزن کے ہمراہ کراچی سے امریکہ کی فلائٹ لی۔ ابوظہبی میں جہاز تبدیل کرنا تھا لیکن انسان کیا جانتا ہے کہ کیا ہو گا۔ اتحاد کی بجائے ایرٹس ائر لائن پر اگلے سفر کا آغاز ہوا۔ دوران پرواز طیبہ کی طبیعت ناساز ہوئی، اتفاقاً جہاز میں موجود تین ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا۔ لیکن حالت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے جہاز کو اترنے کا مشورہ دیا گیا۔ معصوم طیبہ کی جان بچانے کے لئے جرمنی کے مشہور شہر میونخ کے ائرپورٹ پر جہاز کو ہنگامی طور پر اتار دیا۔ وہاں سے فوری طور پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے طیبہ کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ ڈاکٹروں تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔ جہاز کے عملے کا تعاون کرنا، جامع مسجد صوفیا کے خادمین محمد خوشحال خان، صغیر بٹ کا اجنبی مسافروں کی دن رات خدمت کرنا، جرمن پولیس کا بر وقت ہیلی کاپٹر مہیا کرنا، سب وسائل واسباب اپنی جگہ پر خدمت انسانیت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے لیکن طیبہ نے میونخ کے شوابنگ ہسپتال میں سب کو اللہ حافظ کہا اور وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اس لئے کہ اس کی موت کا وقت جرمنی میں مقرر تھا، حالانکہ ائرلائن تبدیل نہ ہوتی تو جس وقت جہاز نے پرواز کی اس وقت طیبہ نے اپنے والد زاہد اور کزن کے ہمراہ نیویارک پہنچنا تھا لیکن وقت کسی کی مرضی کا کب پابند ہوتا ہے؟ موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے۔ زندگی کے لئے بھی وقت مقرر ہے، اس کی مثال دو ہفتے پہلے ایک انڈین خاتون کا جہاز میں سفر کرتے ہوئے ایک بچے کو جنم دینا۔ وقت انسان کو کیسے کیسے رنگ دکھاتا ہے! قرآن مجید نے اسی لئے کہا ہے کہ ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ چند دن پہلے ایک اخباری رپورٹ کے مطابق نائیجیریا کے ایک شخص کو عدالت نے 82 بیویوں کو طلاق دینے کا حکم صادر کیا اور صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ 86 بیویوں سے 170 بچے پیدا کرنے والے کا کہنا ہے کہ کیسے ایک دم سب کو چھوڑ دوں؟ لیکن بات وقت کی ہے وقت سے حالات بدل جاتے ہیں۔ وقت ایک جیسا نہیں رہتا۔ اس لئے کہتے ہیں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ وقت قیامت کی نشانیاں ظاہر کئے جا رہا ہے۔

کچھ عجب بوئے نفس آتی ہے دیواروں سے
ہائے زنداں میں بھی کیا لوگ تھے ہم سے پہلے

☆☆☆